سنسکرت ادب کے اردو تراجم

(ایک مختصر جائزہ)

شیخ عبدالغنی

سنسکرت ادب کے اردو تراجم

(ایک مختصر جائزہ)

شیخ عبدالغنی

نام کتاب: سنسکرت ادب کے اردو تراجم (ایک مختصر جائزہ)

مصنف: ڈاکٹر شیخ عبدالغنی

تعداد:

مطبع:

قیمت:

Sanskrit Adab ke Urdu Taraajim (Ek mukhtasar jaayezah)

Shaikh Abdul Ghani

فہرس

صفحہ نمبر	مضامین	سلسلہ نشان
7	مقدمہ	1
11	ویدک ادب	2
21	پوران	3
25	رامائن اور مہابھارت	4
33	بھگوت گیتا	5
41	کلاسیکی ادب	6
59	دیگر علوم	7
62	فلسفہ	8
64	کتابیات	9

مقدمہ

سنسکرت اس خطۂ ارض کی قدیم زبان ہے۔اس زبان کا ارتقاء تقریباً 2000ق م میں ہوا اور یہ زبان ہزاروں سالوں سے چلی آرہی ہے۔سنسکرت زبان میں قدیم ہندوستانی تہذیب وتمدن کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔زمانے وید سے لے کر عصر حاضر تک اس زبان میں ادبی تخلیقات جاری ہیں۔

سنسکرت کے معنی شائستہ کے ہیں۔ ہندوستان کی اس قدیم زبان کو عقیدت کے ساتھ 'دیووانی' اور 'سر بھارتی' بھی کہا جاتا ہے۔یعنی دیوتاؤں کی زبان۔ادب کے تمام شعبوں کی تصانیف اس زبان میں موجود ہیں۔سنسکرت زبان لسانی اعتبار سے ہند۔یوروپی (Indo-European) خاندان کی زبان ہے۔ ہمارے ملک کی سب سے جدید زبانیں سنسکرت سے جڑی ہوئی ہیں۔ان کی ترقی وترویج میں سنسکرت کا اہم کردار رہا ہے۔ جدید زبانوں کا ابتدائی ادب کسی نہ کسی طرح سنسکرت سے ماخوذ ہے۔سنسکرت کی روایات جدید ہندوستانی زبانوں کے ادب میں آج بھی رائج ہیں۔

سنسکرت زبان اپنے ارتقاء کے دوران روایتی اور محفوظ عوامل کے ہوتے ہوئے ایک ہی ہیئت میں نہیں رہ سکی۔ ویدک زمانہ میں جو سنسکرت تھی جس میں چاروں وید، براہمن گرنتھ، آرنیک اور اپنشد وجود میں آئے۔اور مابعد ترقی پائے ہوئے کلاسیکی سنسکرت ادب کی زبان کی شکل جداگانہ ہے۔اس طرح سنسکرت زبان دو زاویوں میں منقسم ہے ایک ویدک سنسکرت دوسری کلاسیکی یا قدیم سنسکرت۔ پانی نی (500 ق م) نے زبان کے قواعد مرتب

کیے جس سے زبان کی بے قاعدگیاں ختم ہوئیں۔پانی نی کی اس تصنیف کا نام اشٹادھیائی ہے۔زبان کے قواعد بتانے والی یہ کتاب دنیا میں اول مانی جاتی ہے اور پانی نی کا شمار ابتدائی ماہر لسانیات میں ہوتا ہے۔قدیم یا کلاسیکی سنسکرت ادب کا وجود ان قواعد کی بنیاد پر ہوا ہے۔

اس طرح سنسکرت ادب کی نشوونما بھی دو زاویوں میں ہوئی ہے ایک ویدک ادب دوسرا کلاسیکی ادب ویدک ادب میں چاروں وید رگوید، یجروید سام وید، اتھرون وید، براہمن گرنتھ، آرنیک اور اپنشد آتے ہیں ساتھ ہی ساتھ ویدانگ بھی ویدک ادب کا ہی حصہ مانے جاتے ہیں۔مابا قی ادب کو کلاسیکی ادب کہا جاتا ہے۔

سنسکرت زبان وادب کی اہمیت قومی یکجہتی کے لحاظ سے بھی قابل ذکر ہے۔سنسکرت ادب کی اصل روح پورے بھارت ورش کو ایک ملک کی صورت میں دیکھنا ہے۔ ہندوستان میں علاقائی تفاوت کے باوجود جن عوامل نے اس ملک کی یکجہتی کو قائم رکھا ہے ان میں سنسکرت زبان وادب کا اہم رول ہے۔ پورانوں میں ہندوستان کے جغرافیہ کو اس طور پر پیش کیا گیا ہے جس سے ہر ایک شہری کے ذہن میں پورے ملک سے عقیدت پیدا ہو، جس سے وہ اپنے علاقائی جذبہ کو قومی الفت کے دھارے میں تبدیل کر دے۔سنسکرت ادب نے شمال وجنوب، مشرق ومغرب کی تفریق کو مٹا کر ہر ایک شہری کو ہندوستانی ہونے کا فخر عطا کیا۔یہی نہیں ''وسودھیو کٹمبکم'' (ساری دنیا ہمارا خاندان) جیسے خوبصورت نعروں میں ساری انسانیت سے محبت کا پیام دیا گیا ہے۔اسی نظریہ سے سبھی لوگ سنسکرت کے مطالعہ کی اہمیت کو محسوس کرتے ہیں۔

سنسکرت کے مطالعہ سے ہم ملک کی قدیم تہذیب کو سمجھ سکتے ہیں۔ اپنے اسلاف نے ہمیں سنسکرت ادب کا ایسا سرمایہ دیا ہے جس کا فائدہ ہمیشہ ہوتا رہے گا۔کلیہ، فلسفہ، فقہ، سیاسیات، علم نجوم، ایوروید اور کئی میدانوں میں قدیم ہندوستانی علم وفنون کو سمجھنے اور سنسکرت

زبان کی مٹھاس اور خوبصورتی کا لطف اٹھانے کے لیے اس کا مطالعہ بے حد مفید ثابت ہوگا۔

ترجمہ وہ فن ہے جس کے ذریعہ ہم کسی ملک وقوم کے خیالات تہذیب وتمدن کو جان وپہچان سکتے ہیں۔ ترجمہ سے صرف ادب ہی نہیں بلکہ انسانی علوم اور دریافت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ جدید ہندوستانی زبانوں کے ادب کی شروعات تراجم سے ہی ہوئی ہے۔ ان کی ابتدائی تخلیقات ایسی ہی ملیں گی جو دوسری زبانوں سے ماخوذ ہے۔

سنسکرت ادب کے تراجم کی شروعات چوتھی صدی عیسوی میں ہوئی۔ یہ سلسلہ ایسا چلا کہ دنیا کی سبھی زبانوں میں سنسکرت ادب کے سبھی اصناف کے تراجم ہوئے۔ ویدوں سے لے کر کلاسیکی ادب کے تراجم دستیاب ہیں۔ جدید ہندوستانی زبانوں میں بھی سنسکرت ادب کے تراجم کا کافی ادب دستیاب ہے۔ اٹھارہویں انیسویں صدی میں اردو زبان میں بھی سنسکرت ادب کے تراجم کی شروعات ہوئی ہے۔ اردو میں بھی ویدوں سے لے کر علم وادب کی کئی تصانیف کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ یہاں ایک بات اہم یہ ہے کہ اردو میں دیگر ہندوستانی زبانوں کی بہ نسبت بہت کم تراجم سنسکرت تصانیف کے ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ دونوں زبانوں کی ساخت جداگانہ دکھای دیتی ہے۔ دونوں زبانوں کی رسم الخط کا جداگانہ ہونا۔ ان دونوں زبانوں کی تہذیبی فطرت کا بھی الگ ہونا ہے اور ان دونوں زبانوں پر عبور رکھنے والے ادیب کم دستیاب ہیں جس کی وجہ سے اردو میں سنسکرت ادب کے تراجم کی رفتار بہت سست ہے۔ جنھوں نے اب تک جو تراجم پیش کیے ہیں ان ترجمہ نگاروں نے دوسری زبانوں جیسے ہندی اور انگریزی زبانوں کا سہارا لے کر اردو میں سنسکرت تصانیف کے ترجمے کیے ہیں۔ اور بھی سنسکرت کی کئی تخلیقات کا اردو میں ترجمہ ہونا باقی ہے۔ اس کتاب میں سنسکرت ادب کے یعنی ویدوں سے لے کر جدید ادب کی مختلف تخلیقات کے اردو میں جو جو تراجم ہوئے ہیں ان کا مختصر جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

میں ان مصنفین کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی کتابوں سے مدد حاصل کی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ان حضرات کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض مانتا ہوں جنھون نے میرے سنسکرت اور اردو کے باہمی رشتہ پر تحقیق کی حوصلہ افزائی کی اور اپنے مفید مشوروں سے میرے اس کام کو آگے بڑھایا۔ ان میں قابل ذکر پروفیسر فاطمہ پروین صاحبہ سابق صدر شعبہ اردو (عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد) ماہر لسانیات پروفیسر عبدالستار دلوی صاحب سابق صدر شعبہ اردو (ممبئی یونیورسٹی، ممبئی) ڈاکٹر محمد ضیاء الدین احمد شکیب صاحب (لندن) پروفیسر مظفر علی صاحب صدر شعبہ اردو (حیدرآباد سنٹرل یونیورسٹی، حیدرآباد) پروفیسر محمد شوکت حیات صاحب صدر شعبہ اردو (ڈاکٹر بی آر امبیڈکر اوپن یونیورسٹی، حیدرآباد) ڈاکٹر معید جاوید صاحب صدر شعبہ اردو (عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد) شامل ہیں۔ ان سب کا شکریہ ادا کارتا ہوں جنھوں نے راست وبالراست میرے اس کام میں مدد کی ہے۔ اس کتاب کی اشاعت کے لیے میں ناشر کا بھی مشکور ہوں۔ آخر میں میں اس کتاب کی افادیت کا فیصلہ قارئین پر چھوڑتا ہوں۔

ڈاکٹر شیخ عبدالغنی

بھونگیر (تلنگانہ)

10 اگست 2015ء

ویدک ادب

وید لفظ کے معنی علم کے ہیں قدیم رشیوں نے جس علم کا حصول کیا تھا ان کا مجموعہ ان ویدوں میں ہے۔ساین جو ویدوں کے شرح نگار ہیں، وید لفظ کی شرح اس طرح بیان کی ہے۔''جو کتاب فائدہ کے حصول اور نقصان کی روک تھام کے روحانی طرز کو بتائے وہ وید ہے۔''یعنی اچھے برے نیک و بد کی تشریح اور تمیز کرنے والی کتاب۔

ویدک ادب میں ویدک سنسکرت میں لکھی گئی سبھی تصانیف شامل ہیں۔ویدک زبان کلاسیکی سنسکرت کے ارتقاء سے پہلے رائج تھی۔اس زبان میں خصوصاً مذہبی امور کی تصانیف ہیں۔لیکن کہیں کہیں دیگر امور جیسے اس زمانے کی طرز زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ویدک ادب کی ترقی کا زمانہ 2000 ق م سے 800 ق م تک مانا جاتا ہے۔اس عرصے میں اس ادب کی ترقی کے چار دور ہیں۔سنہتا، براہمن، آرنیک اور اپنشد۔وید چار مجموعوں پر مشتمل ہے۔

1۔ رگ وید سنہتا۔ 2۔ یجر وید سنہتا۔

3 سامہ وید سنہتا۔ 4۔ اتھر وید سنہتا۔

آریاؤں کے مذہبی خیالات اور فلسفی احساسات کو شعری طرز میں جو اظہار کیا گیا ہے ان کا مجموعہ 'رگ وید سنہتا' ہے۔رگ وید میں جس مذہب کی تعلیم دی گئی ہے اسے فطرت پرستی سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔مگر وہ آج کے موجودہ تصورات سے مختلف ہے۔آریہ قوم

نے کائنات کی ان تمام قوتوں کو جن سے انسان اور انسانی زندگی کو فیض پہنچتا تھا۔دیوتا، قرار دے کر ان کی پرستش کو مذہبی شعار بنا لیا تھا۔

سب سے پہلے فریڈرک روزن (Fridrich Rosen) نے رگ وید کے پہلے اشٹک (حصہ) کے نسخہ کو مدون کر کے لاطینی ترجمہ کے ساتھ 1838ء میں شائع کیا۔میکس ملر (Maxmuller) نے سب سے پہلے ساین بھاشیہ (تشریح) کے ساتھ رگ وید کو مدون کیا۔انھوں نے 1849ء سے 1875ء تک 27 سال کی محنت شاقہ کے بعد یہ کام مکمل کیا۔تھیوڈر اوفریکٹ (Theador Aufrecht) نے رومن رسم الخط میں پورے رگ وید سنہتا کو 1861-63ء میں شائع کروایا۔بعد میں رگ وید کے دنیا کی کئی زبانوں میں ترجمہ ہوئے اور ہندوستان کی سبھی زبانوں میں رگ وید کا ترجمہ ہوا۔اردو میں دستیاب تراجم حسب ذیل ہیں۔

1۔رگ وید سنہتا حصہ اول کے نام سے ماسٹر لچھمن داس نے 1873ء میں اردو میں ترجمہ کیا جو دہلی سے شائع ہوا۔

2۔رگ وید آدی بھاشیہ بھومکا نام سے رام جگناتھ اور جگیہ رائے نے 1898ء میں ترجمہ کیا تھا۔

3۔رگ وید آدی بھاشیہ بھومکا کا نہال سنگھ نے ترجمہ کیا۔

5۔رگ کا مولوی ولایت علی نے ترجمہ کیا۔

6۔تحقیق کا منتر نام سے اثر لکھنوی نے منظوم ترجمہ کیا تھا۔

7۔رگ وید کے پہلے حصہ کا جناب آشورام آریہ نے 1984ء۔ میں اردو میں ترجمہ کیا اور یہ چنڈی گڑھ سے شائع ہوا۔

رگ وید کے (3.62.10) ایک منتر کو گایتری منتر کہا جاتا ہے جس کو ویدک مذہب

میں عقیدہ رکھنے والے اس منتر کو مقدس مانتے ہیں اور اس کا ورد کرتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد اقبال (1877-1938) نے اس مقدس منتر کا اردو میں 'آفتاب' نام سے آزاد ترجمہ کیا ہے۔ جس کو انھوں نے اپنے 'بانگ درا' میں شائع کیا ہے۔

ॐ भूर्भुवः स्वः ॐ तत्सवितुर्वरेण्यम्।

भर्गो देवस्य धीमहि। धियो यो नः प्रचोदयात्।।

اے آفتاب! روح و روانِ جہاں ہے تو — شیرازہ بندِ دفترِ کون و مکاں ہے تو
باعث ہے تو وجود و عدم کی نمود کا — ہے سبز تیرے دم سے چمن ہست و بود کا
قائم یہ عنصروں کا تماشا تجھی سے ہے — ہر شے میں زندگی کا تقاضا تجھی سے ہے
ہر شے کو تیری جلوہ گری سے ثبات ہے — تیرا یہ سوز و ساز سراپا حیات ہے
وہ آفتاب جس سے زمانے میں نور ہے — دل ہے خرد ہے روحِ رواں ہے، شعور ہے
ہے آفتاب! ہم کو دیائے شعور دے — چشمِ خرد کو اپنی تجلی سے نور دے
ہے محفلِ وجود کا ساماں طراز تو — یزدانِ ساکنانِ نشیب و فراز تو
تیرا کمال ہستی ہر جاندار میں — تیری نمود سلسلۂ کوہسار میں
ہر چیز کی حیات کا پروردگار تو — زائیدگانِ نور کا ہے تاجدار تو

نے ابتدا کوئی، نہ کوئی انتہا تری
آزاد قید اول و آخر ضیا تری

یجروید تاریخی اعتبار سے بہت اہم ہے۔ اس حصے میں قربانی کے متعلق ہدایتیں پائی جاتی ہیں۔ یجروید میں کچھ منتر منظوم اور کچھ نثر کی شکل میں ہے۔ مذہبی رسومات میں فائدہ مند اور زیادہ مستعمل ہونے کی وجہ سے دوسرے ویدوں کے بالمقابل یجروید کی شہرت زیادہ ہے۔

یجروید کرم کانڈ کا وید ہے۔ اس میں یگنوں کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ یجروید میں خوبصورت حمدیہ کلمات ہیں۔ مثلاً:

अग्नेनय सुपथा राये अस्मान्।

विश्वानि देवा वयुनानि विद्वान्।।

اگنے نیہ سوپتھا رائے اسمان۔ وشوانی دیواویونانی ودوان

یعنی "اے اگنی دیو حصول معاش کے لیے ہمیں سیدھے راستے پر چلا اے دیو آپ سب اچھے برے کاموں کو جانتے ہیں"

یجروید کے اردو تراجم حسب ذیل ہیں۔

1۔ یجروید کی تفسیر کے نام سے دھرم پال نے اردو میں ترجمہ کیا تھا جو روز بازار اسٹیم پریس سے 1920ء میں شائع ہوا۔

2۔ خلیل احمد نے یجروید اور دوسرے ویدوں کے منتروں کا اردو میں ترجمہ کیا۔

3۔ یجروید۔ حصہ اول کا آشورام آریہ نے اردو میں ترجمہ کیا اور یہ ہند سماچار پریس سے 1984ء میں شائع ہوا۔

4۔ یجروید کا ایک اردو ترجمہ جس پر ترجمہ نگار کا نام نہیں ہے۔ نگم پرکاشن۔ دہلی سے 1899ء میں شائع ہوا۔

5۔ یجروید کا اردو ترجمہ نام سے مولوی عبدالحق ودیارتھی نے ترجمہ کیا تھا جس کے 20 بابوں کو مقبول عام پریس لاہور سے 1927ء میں شائع کیا گیا۔ یہ کتاب آصفیہ کتب خانہ حیدرآباد اور عثمانیہ یونیورسٹی لائبریری حیدرآباد میں دستیاب ہے۔

سامہ وید کے منتروں کا استعمال دیوتاؤں کے استقبال کے لیے خوش الحانی کے ساتھ

پڑھتے ہوئے ہوتا ہے۔ دراصل اس کے منتروں کو پڑھا نہیں بلکہ گایا جاتا ہے۔ اس وید کے بھی اردو ترجمے ہوئے ہیں۔

1۔ سامہ وید کا آنند سوروپ نے اردو میں ترجمہ کیا جو 1897ء میں ودیا ساگر پریس سے شائع ہوا۔

2۔ سامہ وید کے پہلے حصہ کا آشورام آریہ نے اردو نثر میں ترجمہ کیا۔ یہ آریہ آفسیٹ پریس دہلی سے 1988ء میں شائع ہوا۔

اتھرووید کئی لحاظ سے اہم ہے۔ سب سے پہلے اس میں دنیوی امور کو تفصیلی طور پر اہمیت دی گئی ہے اور زندگی کے تمام شعبوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس وید کے زیادہ اردو تراجم دستیاب نہیں ہے۔ کنہیا لال الکھ وہاری نے چاروں ویدوں کا خلاصہ ''خلاصہ چار وید'' کے نام سے اردو میں خلاصہ دیا ہے۔ اس میں اتھر وید کے بارے میں بھی لکھا گیا ہے۔ یہ ترجمہ آگرہ سے شائع ہوا۔

براہمن لفظ برہمن سے مشتق ہے۔ جس کے معنی برہم سے متعلق منتروں کی تشریح کو براہمن کہتے ہیں۔ یہ مذہبی ہیں لیکن کہیں کہیں سماجی، سیاسی اور فلسفیانہ باتیں بھی شامل ہوگئی ہیں۔

آرنیکوں کی تالیف جنگلوں میں ہوئی ہے۔ جنگلوں میں رہ کر غور وفکر کرنے والے رشیوں نے ویدک رسوم سے ہٹ کر ان میں تلمیحات کو ڈھونڈنے کی کوشش کی ہے۔ چار ویدوں کے اپنے اپنے براہمن گرنتھ اور آرنیک گرنتھ ہیں۔

ان براہمن اور آرنیکوں کے اردو تراجم کمیاب ہیں۔

اُپنِشد

ویدک ادب میں شہرت کے اعتبار سے سب سے زیادہ اہمیت اپنشدوں کی ہے۔ ان کی اہمیت فلسفیانہ نظریات کی وجہ سے ہے۔ اپنشد کے معنی حصول علم کے لیے استاد کے پاس ادب سے بیٹھنا ہے۔ اپنشدوں کی تعداد 108 سے لے کر 200 تک مانی جاتی ہے لیکن ان میں 13 اپنشدیں اہم ہیں۔ مغل شہنشاہ شاہ جہاں کے فرزند داراشکوہ نے سن 1657ء میں کاشی کے پنڈتوں کی مدد سے 50 اپنشدوں کا فارسی میں ترجمہ کیا اور اس مجموعہ کا نام 'سِرّ اکبر' رکھا۔ اس ترجمہ کے مخطوطات دستیاب ہیں۔ اس میں آسان اسلوب اختیار کیا گیا جس سے موضوع جلد عیاں ہوتا ہے۔ 1775ء میں اودھ کے نواب شجاع الدولہ کے پاس قیام پذیر فرنچ ریسی ڈینٹ ایم گینٹل نے داراشکوہ کے مخطوطے کو فرانس میں رہنے والے انکوٹیل ڈوپیران (Anquetil Duperron) کو بھیجا اور ایک دوسرا مخطوطہ بھی اس کے ساتھ شامل تھا۔ ان دونوں کی بنیاد پر انھوں نے ان اپنشدوں کو فرنچ اور لاتن زبانوں میں ترجمہ کیا۔ لاطن (Latin) ترجمہ اوپنیخت (Oupnekhat) نام سے 1801-02ء میں پیرس سے شائع کروایا۔ اس لاطینی متن کا جرمن زبان میں ترجمہ ہوا جس کو پڑھ کر کئی مغربی فلسفی متاثر ہوئے۔ بعد میں کئی یوروپی زبانوں میں اپنشدوں کے ترجمے ہوئے۔ اس طرح اپنشدوں کے فلسفہ کی مغربی ممالک میں تشہیر کا سہرا داراشکوہ کو جاتا ہے۔

اپنشدوں میں مکالموں کے ذریعہ علم فلسفہ سمجھایا گیا ہے۔ ان میں انسانی زندگی کا وقار، روح سے تخلیق کائنات، علم و جہالت میں فرق، دنیا اور روح کی ہیئت وغیرہ موضوعات دلچسپ انداز میں پیش کیے گئے ہیں۔ کہیں سوال وجواب تو کہیں مثالوں کے ذریعہ موضوعات کو سمجھایا گیا ہے۔ اپنشدوں میں نظم ونثر دونوں کا استعمال ہوا ہے۔ برہد آرنیک

بڑی اپنشد ہے۔ باقی تمام چھوٹی اپنشد ہیں۔ مانڈوکیہ اپنشد میں تو صرف بارہ جملے ہیں اور ایشاواسیواپنشد میں سترہ (17) اشلوک ہیں جو یجروید کی 40 ویں باب کی شکل ہے۔کٹھوپنشد میں یما اور نچی کیتا کے مکالمے میں روح کی ہیئت بتلائی گئی ہے۔ برہد آرنیک اپنشد میں جنک یا گناولکیہ نے قدرت کی صفات پر علمی بحث کی۔اپنشدوں کا تجزیہ نفس، کائنات اور خدا میں یکسانیت ثابت کرتا ہے۔ اپنشدوں کے ذریعہ اہل علم خواتین کا بھی پتہ چلتا ہے۔

ہر ایک اپنشد کی ابتداء واختتام شانتی منتر سے ہوتی ہے جس میں انسانوں کی بہبود وکامرانی کی التجاء کی جاتی ہے۔ان سے انسانیت کو امن اور سلامتی کا پیام ملتا ہے۔

ہر وید کی الگ الگ اپنشدیں ہیں۔ان اپنشدوں کے اردو تراجم حسب ذیل ہیں۔

1۔داراشکوہ کے فارسی ترجمہ سراکبر کی بنیاد پر کنہیالال نے اپنشدوں کا ترجمہ الکھ پرکاش، کے نام سے کیا جو 1861 میں گیان پریس آگرہ سے شائع ہوا۔

2۔مجموعہ اپنشد کے نام سے پیارے لال نے اپنشدوں کا اردو میں ترجمہ کیا جو 1900ء میں ودیا ساگر پریس سے شائع ہوا۔

3۔اپنشدوں کا شرح کے ساتھ سورج نارائن مہر نے ترجمہ کیا جو چار حصوں میں مشتمل ہے۔

4۔ایشاواسیو پنشد کا بھاگمل سینی نے 'پیام راحت' کے نام سے اردو ترجمہ کیا جو الیکٹرک پریس جالندھر سے 1929ء میں شائع ہوا۔

5۔ چھاندوگیہ اپنشد کا بادانگینہ سنگھ بیدی نے ''معارے علم کاشفہ'' کے نام سے اردو میں ترجمہ کیا جو آنند پریس لاہور اور ابراہیم پریس لکھنو سے شائع ہوا۔

6۔ کٹھ، کینہ اور ایشاواسیو پنشدوں کا ترجمہ درشانند سرسوتی نے کیا جو مفید عام پریس لاہور سے 1937ء میں شائع ہوا۔

7۔ایشاواسیو پنشد کا ایک ترجمہ 1930ء میں لاہور سے شائع ہوا۔نثر میں ہوا یہ ترجمہ نابھوی لائبریری پنجاب میں محفوظ ہے۔

8۔ چھاندوگیہ اپنشد کا سورج نارائن مہر نے اردو میں ترجمہ کیا جو 1917ء میں سادھو پریس سے شائع ہوا۔

9۔ایشاواسیو پنشد کا بادانگینہ سنگھ بیدی نے اردو میں ترجمہ کیا جو 1930ء میں گلشن ابراہیم لکھنو سے شائع ہوا۔

10۔رگ وید کی اپنشدوں کا سیوپرساد راہل نے ترجمہ کیا جو 1916ء میں شائع ہوا۔ یہ ترجمہ نابھوی کتب خانہ پنجاب میں محفوظ ہے۔

11۔یجروید کے اپنشد۔ برہما نندولی، ایشاواسیو پنشد، بھوگہ ولی کا 1916ء میں سیوپرساد راہل نے ترجمہ کیا۔

12۔حسن عسکری نے مختلف بارہ اپنشدوں کا اردو میں ترجمہ وتجزیہ پیش کیا ہے جو مرزا فرحت اللہ بیگ اکیڈمی، حیدرآباد سے 2007ء میں شائع ہوا۔

13۔ایشاواسیو پنشد کا ''آئینۂ حقیقت'' کے نام سے حبیب الرحمٰن شاستری نے ترجمہ کیا جو 1958ء میں انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع ہوا۔شاستری جی کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

ईशावस्यमिदं सर्वं यत्किंच जगत्यां जगत्।

तेनत्यक्तेन भु”जीथा मा गृधः कस्यस्वित् धनम्।।.1

''تمام کائنات میں جو کچھ ساکن اور متحرک دنیا موجود ہے یہ سب ہستی ربانی سے ڈھک دینے کے قابل ہے (اس طرح) ترک (نظرانداز) کی ہوئی اس دنیا کے ذریعے

سے تو اپنی (ہستی مطلق کی) پرورش کر کسی کی دولت کی تمنا نہ کرے۔''

कुर्वन्नेवेह कर्माणि जिजीविषेच्छतँ समाः।

एवं त्वयि नान्यथेतोऽस्ति न कर्म लिप्यते नरे।।.2

''اس دنیا میں (خدا کے لیے) اعمال کرتے ہوئے ہی 100 برس تک جینے کی خواہش کرنی چاہیے۔ اپنی انسانیت کا یقین رکھنے والے تیرے لیے اس (خدا کے لیے اعمال کرنے) کے سوا اور کوئی ایسا راستہ نہیں ہے جس سے کہ تجھ میں (تیرے دل میں) کام (برے کاموں) سے آلودگی کا دھبہ نہ پڑ سکے۔''

ویدانگ

ویدانگوں کے چھ جز ہیں۔ جو علم الاصوات، ادارے رسوم کے احکام، قواعد زبان، ویدک اصطلاحات کی فرہنگ علم عروض اور علوم نجوم ہیں۔ ویدک ادب کے مختلف پہلوؤں کی تشریح کرنے والے تصانیف کو ویدانگ کہتے ہیں۔ ان میں کلپ کے اندر دھرم سوتروں کی تصنیف ہوئی۔ ان دھرم سوتروں کی کتابوں میں مذہبی اصول بیان کیے گئے ہیں۔ ویدانگ ویدک ادب کا حصہ ہوتے ہوئے بھی ان کی تالیف کلاسیکی سنسکرت زبان میں ہوئی ہے۔

منوسمرتی کا ترجمہ بھگوان دیال عاقل نے کیا۔ منوسمرتی کا ایک اردو ترجمہ 1883ء میں شائع ہوا اور ایک ترجمہ علی گڑھ سے ہوا۔ سیالکوٹ سے بھی ایک ترجمہ دھرم ساگر، کے نام سے شائع ہوا۔

منوسمرتی کی طرح یاگیہ ولکیہ سمرتی اور پاراشر سمرتی کی بھی زیادہ اہمیت ہے ان کے

بھی اردو تراجم دستیاب ہیں۔ یاگیہ ولکیہ سمرتی، منوسمرتی کا اردو ترجمہ لالہ سوامی دیال نے کیا جو نول کشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوا۔

دھرم سوتروں کے پیرائے میں چانکیہ نے ارتھ شاستر کی تصنیف چوتھی صدی ق م میں مکمل کی ہے۔ اس میں راجا کے فرائض انتظامیہ کے اصول بیان کیے گئے۔ آج بھی اس کی اہمیت مقدم ہے۔ اس کا اردو ترجمہ شان الحق حقی نے کیا جو قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی سے 1999ء میں شائع ہوا۔

پوران

ویدک ادب کے بعد پورانوں کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ پوران کے حقیقی معنی قدیم یا پرانا ہے۔ اس میں قصے کہانیوں، علم الانساب، تاریخ، جغرافیہ، علم وفنون وغیرہ سب ہی قدیم عوامل شامل ہیں۔ اس لیے اس کو پوران نام سے منسوب کیا گیا ہے۔ ان کا سن تصنیف 600 ق م سے 500ء تک مانا جاتا ہے۔ پورانوں کی تعداد 18 ہے اور اس کے ذیلی پوران بھی 18 ہیں۔

پورانوں میں خصوصاً حسب ذیل مضامین بیان کیے گئے:

1۔ کسی دیو یا دیوی کی عبادت اور اسی کو کامل قوت والا ماننا اور دوسرے کے مقابلہ میں عظیم بتانا۔

2۔ برہما، وشنو، یا مہیش، میں سے کسی ایک کو اپنا پسندیدہ معبود ماننا۔

3۔ تخلیق کائنات، وجود اور فنائے عالم کی تفصیل۔

4۔ دیوؤں، رشیوں اور مہارشیوں کا علم الانساب اور سوانح بتلانا۔

5۔ ہر ایک منو کا نام اس کا عہد اور اس وقت کے اہم واقعات۔

6۔ نند، موریہ، شنگ، آندھرا اور گپت وغیرہ سوریہ ونشی اور چندراونشی بادشاہوں کی تفصیل۔

7۔ مقدس مقامات، جغرافیائی مقامات اور مقدس مقامات کی قیادت وغیرہ کی تفصیل۔

8۔ ورتھ، (منت)، جپ، روزہ، عبادت، مختلف منتوں کی انجام دہی۔

9۔ اوتارواد، بتوں، معبودوں، دیوی دیوتاؤں سے حد درجہ عقیدت قائم کرنا۔

10۔ سگن اپاسنا ظاہر کی عبادت، غائب کی عبادت، تصوف کی اہمیت کا تذکرہ۔

11۔ فلسفیانہ، مذہبی، سیاسی علوم کے اہم مضامین کا موازنہ۔

12۔ قواعد، شعریات، نجوم، جسمانی علم، ایورویدوغیرہ علم وفنون کے مضامین کا مجموعہ۔

پورانوں کے اردو تراجم حسب ذیل ہیں:

1۔ بھاگوت پوران کا ''بھاگوت نظم اردو' کے نام سے جگناتھ خشتر نے ترجمہ کیا تھا جو 1881ء میں نول کشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوا۔

2۔ آتمہ پوران کا ''خلاصہ آتمہ پوران' کے نام سے بابا ہر پرساد نے اردو میں ترجمہ کیا تھا جو 1884ء میں نول کشور پریس لکھنو سے شائع ہوا۔

3۔ بھاگوت پوران کا اردو ترجمہ گنپت کیدانوی نے کیا تھا جو 1904ء میں شائع ہوا۔

4۔ سریمد بھاگوت کا ترجمہ نول کشور نے کیا تھا اور 1932ء میں نول کشور پریس لکھنؤ سے شائع کروایا تھا۔

5۔ گنیش پوران کا ترجمہ شنکر دیال فرحت نے کیا تھا جو 1883ء میں نول کشور پریس لکھنو سے شائع ہوا۔

6۔ سریمد بھاگوت کا ترجمہ شنکر دیال فرحت نے ترجمہ کیا تھا جو 1921ء میں شائع ہوا۔

7۔ سریمد بھاگوت کا ترجمہ پریتم نارائن شوق لاہوری نے کیا تھا جو جے ایس سنگت سنگھ لاہور سے شائع ہوا۔

8۔ شیو پوران کا ترجمہ شنکر دیال فرحت نے کیا تھا جو نول کشور پریس لکھنو سے شائع ہوا۔

9۔ بھاگوت پوران کے دسویں حصہ کا پریم ساگر نام سے للوجی لال نے ترجمہ کیا تھا جو

1895ء میں نول کشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوا۔ یہ ترجمہ نثر میں ہے۔

10۔ بھاگوت پوران کا پریم ساگر نام سے شنکر دیال فرحت نے بھی ترجمہ کیا تھا جو 1879ء میں نول کشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوا۔ یہ ترجمہ نظم میں ہے۔

11۔ مہرشی پاراشر کے وشنو پوران کا امرناتھ مدن ساگر نے فسانہ توحید کے نام سے اردو میں ترجمہ کیا۔

12۔ مارکنڈیہ پوران کا رگھوراج نے ترجمہ کیا جو 1884ء میں نول کشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوا۔

13۔ کلکی پوران کا آتمارام نے ترجمہ کیا جو 1897ء میں شائع ہوا۔

14۔ کلکی پوران کا پنڈت ہردیال شرما نے بھی ترجمہ کیا تھا جو 1897ء میں صادق المطالیہ میرٹھ سے شائع ہوا۔

15۔ منشی منوہرسروپ نے بھی کلکی پوران کا ترجمہ کیا جو 1897ء میں لکشمی نارائن پریس سے شائع ہوا۔

16۔ آتم پوران کا ترجمہ دیوان چند نے کیا جو گوجرانوالا سے شائع ہوا۔

17۔ وشنو پوران کا گنیش داس نے ترجمہ کیا جو 1936ء میں گوجرانوالا سے شائع ہوا۔

18۔ شیو پوران کا سیوا سنگھ نے ترجمہ کیا جو 1910ء میں نول کشور پریس لکھنو سے شائع ہوا۔

19۔ بھاگوت پوران کا گلدستہ حقیقت کے نام سے شیو پرساد نے ترجمہ کیا جو لکھنؤ سے 1882ء میں شائع ہوا۔

20۔ بھاگوت کے دسویں حصہ کا پریم ساگر کے نام سے ماکھن لال نے ترجمہ کیا جو 1879ء میں کانپور سے شائع ہوا۔

21۔ شریمد بھاگوت کا شیو پرساد نے ترجمہ کیا جو لکھنو سے شائع ہوا۔

22۔ شریمد بھاگوت کے دسویں حصہ کا سردار سنگھ نسیم نے ترجمہ کیا جو 1866ء میں لکھنو سے شائع ہوا۔

23۔ سریمد بھاگوت کا سوامی دیال کایستھ نے ترجمہ کیا جو 1899ء میں لکھنو سے شائع ہوا۔

24۔ سورج پوران کا ترجمہ گنیش نے کیا جو گوجرانوالا سے شائع ہوا۔

25۔ سورج پوران کا سیوا سنگھ نے ترجمہ کیا جو 1910ء میں نول کشور پریس لکھنو سے شائع ہوا۔

26۔ شیو مہاپوران کا رتے رام شرما نے ترجمہ کیا جو ہند پستک بھنڈار دہلی سے شائع ہوا۔

رامائن اورمہابھارت

رامائن اور مہابھارت سنسکرت زبان کے مشہور ومعروف تصانیف ہیں۔ جس پر ہندوستان کی ادبی وراثت ٹکی ہوئی ہے۔ یہ دونوں کتابیں ویدک اور کلاسیکی ادب کے درمیانی دور میں لکھے گئے۔ ان تصانیف سے سنسکرت ادب ہی نہیں بلکہ ہندوستانی سماج بھی متاثر ہوا۔

والمیکی نے رامائن کو پہلے مسجع دیوان کی حیثیت سے تصنیف کر کے بعد کے ہندوستانی شعرا کے لیے ایک مثال قائم کر رکھا تھا۔ رامائن میں رام کی کہانی بہت تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔ رامائن کی تہذیبی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔ والمیکی نے اس کے ذریعہ مثالی زندگی کے اور ہمیشہ رہنے والے اقدار کی ہدایتوں پر روشنی ڈالی ہے۔

رامائن کی اہمیت اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ بعد کے شعراء اور ادیبوں نے اس کو بنیاد بنا کر اپنے فن پارے پیش کیے۔ سنسکرت ہی نہیں بلکہ ہندوستان کے تمام ہی زبانوں کے ادب پر رامائن کا اثر دکھائی دیتا ہے۔ رامائن کی اہمیت اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ اس کا کئی زبانوں میں اندرون ملک و بیرون ملک ترجمہ ہوا ہے۔ رامائن کے قصہ کو اردو شاعر برج نارائن چکبست نے نظم میں پیش کیا ہے۔

رامائن کے اردو تراجم حسب ذیل ہیں:

1۔ والمیکی رامائن کا کوی راج جئے گوپال نے ترجمہ کیا جو ہند پستک بھنڈار دہلی سے شائع ہوا۔

2۔ رامائن کی بنیاد پر ''پیارے رام'' کتابچہ کی تصنیف طلباء کے لیے اردو میں منشی بنارسی داس نے کی تھی۔ اس کی اشاعت 1931ء میں پنڈت ایودھیا پرساد سری رام اوتار تاجر کتب بازار مکہ مسجد حیدرآباد دکن سے ہوئی۔

3۔ رامائن کی بنیاد پر منشی عبدالقیوم نے بالک رامائن کی تصنیف کی ہے۔ اس کی اشاعت 1950ء میں رزاقی مشین پریس چار مینار، حیدرآباد سے ہوئی۔

4۔ اردو میں والمیکی رامائن کی اشاعت 1974ء میں غازی آباد سے ہوئی۔

5۔ والمیکی رامائن کا دین دیال دنیش نے اردو میں ترجمہ کیا جو دیہاتی پستک بھنڈار دہلی سے شائع ہوا۔ یہ ترجمہ نثر میں ہے۔

6۔ ملک الشعراء دوار کا پرشاد افق لکھنوی نے رامائن کا اردو میں ترجمہ کیا۔ افق صاحب 1804ء میں پیدا ہوئے اور 1913ء میں وفات پا گئے۔ ان کی رامائن کا بھی پہلا اڈیشن نول کشور پریس لکھنؤ ہی نے چھاپا تھا۔

افق صاحب کے رامائن میں شروع میں: ''شری رام چندر جی کا سراپا'' عنوان سے مندرجہ ذیل اشعار رامائن میں موجود ہیں:

شری رام چندر جی سراپا

دل کو خواہش ہے کہ رگھبر کا سراپا ہو بیان
کھینچتا ہے رام کی تصویر یوں کلک روان
بشن، سالگرام، کالی، کرشن، شوکارنگ حسن
خال وخط سے ہے نمایاں ہر رگ وپے سے عیان
کان میں کنڈل، مکٹ سر پر تلک زیب جبیں
مال بے جنتی گلے میں، ہاتھ میں تیرو کمان

قد وہ باقون بن کے دکھلایا جو بل کو بشن نے
قد وہ مچھ اوتار نے کیں قدرتیں جس کی عیاں
جعد وہ صحرا میں باندھا جس کا جوڑا رام نے
موئے مشکیں وہ جو بڑھ بڑھ کر موئے میاں

جب شری رام چندر چودہ سال کا بن باس کاٹ کر اجودھیا آئے تو افق صاحب نے ''راج گدی'' سنبھالنے کے واقعے کو اس طرح پیش کیا ہے:

راج گدی

جب نوید آمد آمد سے ہوا دل شادماں
پیشوائی کو بھرت راہی ہوئے عشرت کناں
جملہ خوش باشِ اودھ ارکان دولت ساتھ تھے
تھا روانہ کاروانِ طفلک و پیرو جوان
دور کچھ چل کر نظر آئی سواری رام کی
سر زمین شہر نے پایا عروج آسمان
بھرت قدموں پر گرے زلف حسیناں کی طرح
پاؤں کے بوسے لیے بن کر حنائے بوستان
سترہن نے کی بغل گیری جنیؤ کی طرح
سب جھکے پر نام کرنے کے لیے، مثل کمان
شوق پابوسی کو عالمگیر پاکر رام نے
کیں ہزاروں صورتیں اعجاز قدرت سے عیاں

کی بغل گیری ملے ہر ایک سے ہولی کی طرح
دامن الفت سے پوچھے اشک اہل خاندان
گھر میں آ کر کھل گئی قسمت درو دیوار کی
بن گئے زیب وصفا گلدستۂ طاقِ کان
کیں بیان خدمات غمخواری شری بجرنگ کی
خسرو لنکا بھبھیکن کی سنائی داستان
الغرض کل خواہوں کی بیان کی سرگزشت
ذکر غمخواری، رفاقت تندہی، نام ونشان
شب بسر کی شرکت بزم سرود ورقص میں
کی ضیائے رُخ سے روشن چشم ماہِ آسمان
تخت گردوں پر جو بیٹھا شاہ اقلیمِ افق
رام نے رکھا سرِ اقدس پہ تاج زرفشان
تختِ شاہی نے قدم چومے کھڑاؤں کی طرح
چتر زر سورج سے بن کر سر پہ گھوما آسمان
پیش کی وابستگانِ دامنِ دولت نے نذر
چرخ نے ہدیہ کیے ماہ وقمر کے ارمغان
خلعت وانعام پائے جملہ خاص وعام نے
گوہر ویاقوت والماس و زر ولعل گران
قفل ٹوٹا دست بخشش سے در خیرات کا
کوبکو برسین، ہنین، ظاہر ہوئے گنج نہان

جابجا موجود ہیں اب تک وہی آثار جود
ہیں اسی بذل وسخا کے آج تک ملتے نشان
خاک سے گلشن میں ہوتا ہے زرِ گل کا ظہور
ہیں خزانے دولت فوا رہا ہے بوستان
اشرفی زر سے پر ہے دامن طاؤس باغ
بار زر سے خم ہے پشت ماہی بحر روان
پہنے ہے زنجیر سونے کی کرن سے مہر چرخ
برق ہے سونے کی بجلی بہر گوش آسمان
کان قابض ہے جواہر پر دفینوں پر زمین
مار پیچان بن گئے ہیں مالک گنج نہان
جب ہوئی میعاد پوری جشن عالمگیر کی
رام سے رخصت ہوئے سب اہل شوکت مہمان
ملک داری میں ہوئے مشغول راجہ رام چندر
عدل سے رہنے لگی ساری رعایا شادمان
آفتاب نفع سے روشن کیا ماہ ضرر
قیمتی کی اشرفی سود سے جیب زیان
بس بس اسے دُرجِ دہن گوہر فشانی ہوچکی
آ شکر ریزی سے باز اے طوطی طبع روان
اے کلید فکر قفل شعر گوئی بند کر
اے چراغ شاعری کب تک رہے گا گلفشان

اے عروس ناطقہ اب منہ پہ آنچل چھوڑ دے
اے عقاب آرزو کب تک ہو اے آسمان
ہاتھ اٹھا اے کلک رنگین اب دعا کے واسطے
ہوسری رگھناتھ جی سے طالب امن وامان
کر گزارش ماہتابِ آبرو بڑھتا رہے
سرخ رو رکھے افق کو آفتاب روح وجان
رکھے سیتا کی نچھاور اشرفی بوٹی کی جیب
آفتابِ صدقہ کی لو ہو چراغ خاندان
وردِ لب، وردِ زبان وردِ دہن ہر نام ہو
ہو یہ رامائن پسند خلق و مرغوبِ جہان
کر قلمبند اے افق اب مصرع تاریخ سال
رام رگھ، کل کپت، روکل بھان رکھ گل چندر مان

7۔رامائن کا ترجمہ سردار جسونت سنگھ ٹوہانوی نے کیا ہے (ٹوہانہ ہریانہ میں ضلع حصار کی ایک سب ڈویژن ہے) جو گپتا اینڈ کمپنی تھوک کتب خانہ، کھاری باؤلی دہلی سے چھپی تھی۔ جسونت سنگھ نے رامائن کو ایک ناٹک کے طور پر لکھا ہے جس میں بڑے خوبصورت ڈائیلاگ ہیں۔ جب پردہ اُٹھتا ہے نیا سین شروع ہوجاتا ہے تو اس سے پہلے ایک گانا بھی گایا جاتا ہے مثال کے طور پر صفحہ ۵۲۵ پر اس گانے کا ذکر کیا ہے جو اس وقت گایا گیا ہے جب رام چندر شہر میں آتے ہیں۔ ''اہل شہر'' کے عنوان سے آپ بھی ملاحظہ کیجیے:

''اہل شہر''

گانا (راگنی کونسیہ)

پھر اودھ پوری کے بھاگ کھلے سیا رام لکھن یہاں آئے ہیں
اودھ پوری کی قسمت جاگی ہم سم اور نہ کو بڑبھاگی
درشن رام دکھائے ہیں
دھنیہ رام دھن ان کی ماتا دھنیہ لکھن دھن بھرت بھراتا
جائے کے لیش جگ چھائے ہیں
دھن دھن ستیا جنک دلادی دھن تیرا پتا دھنیہ مہتاری
سکھ تج کر دکھ پائے ہیں
سکل نگر کے لوگ لوگائی دیتے تم کو رام بدھائی
چرن نین بچھائے ہیں
پھر اودھ پوری......

مہابھارت

مہابھارت سنسکرت ادب کی سب سے بڑی تصنیف ہے۔ اس میں ایک لاکھ اشلوک ہیں۔ مہابھارت میں خاص کر کوروں اور پانڈوؤں کی تاریخ کا تذکرہ ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ ہندوستانی فلسفے کے سب ہی پہلوؤں کا ایک جامع لغت ہے۔ اس میں قدیم ہندوستانی تہذیب، ادب و ثقافت کا مجموعہ ہے۔ اس میں حیات انسان کے چار مقاصد مذہب،

معاش، تشفی اور نجات کی تشریح ہے۔ مہابھارت کے مصنف مہرشی ویاس ہیں۔ اس کے 18 حصے ہیں جس کو پرو کہا جاتا ہے۔ مہابھارت کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ اس نے نہ صرف سنسکرت ادب میں دھوم مچا دی بلکہ ہندوستان کی دیگر زبانوں اور اس کے ادب کو بھی متاثر کیا ہے۔ اس کے مختلف پہلوؤں کو لے کر بعد کے شعراء مصنفین نے کئی انمول تصانیف و دیوان لکھ ڈالے ہیں۔ مہابھارت میں کئی اخلاقی نصائح ہیں جو آج بھی اہمیت کے حامل ہیں۔

1۔ مہابھارت کے دوسرے اور تیسرے حصہ کا ترجمہ سکھ دیال سنگھ نے ڈرامہ کی شکل میں کیا ہے جو 1893ء میں مفید عام پریس آگرہ سے شائع ہوا۔

2۔ مہابھارت کا پنڈت سورج بھان بھارگو نے اردو میں ترجمہ کیا جو نول کشور پریس لکھنو سے شائع ہوا۔

3۔ مہابھارت کا اردو میں ترجمہ دین دیال دنیش نے کیا جو دیہاتی پستک بھنڈار دہلی سے شائع ہوا۔ یہ ترجمہ نثر میں ہے۔

4۔ مہابھارت منظوم کے نام سے مہابھارت کا اردو میں طوطا رام شیان (وفات 1880ء) نے ترجمہ کیا جس کی اشاعت 1905ء میں نول کشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوئی۔

بھگوت گیتا

مہابھارت کے بھیشم پرو کے پچیسویں باب سے بیالیسویں باب تک کا نام گیتا ہے۔ ان 18 ادھیاؤں میں وہ بات چیت لکھی ہے جو مہابھارت کی لڑائی کے شروع میں کرشن اور ارجن میں ہوئی تھی۔ گیتا میں 700 اشلوک ہیں۔ مذہبی اعتبار سے گیتا کی اہمیت زیادہ ہے۔ گیتا کی تعلیم کے دو حصے ہیں۔ایک فلسفیانہ۔ دوسرا مذہبی۔

فلسفیانہ حصہ میں خدا۔ روح اور جسم کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ بھگوت گیتا ایک پیغام عمل ہے اور یہ نصیحت دیتی ہے کہ کوئی بھی شخص اپنے معینہ فرائض کو بغیر کسی غرض کے انجام دیتا رہے۔اس کی اہمیت اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ اس کا ترجمہ دنیا کی کم وبیش سبھی زبانوں میں ہوا ہے۔عربی، فارسی، جرمن، انگریزی کے ساتھ ساتھ سبھی ہندوستانی زبانوں میں اس کے تراجم دستیاب ہیں۔

بھگوت گیتا کی اہمیت اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ اس کے بے شمار مخطوطات دستیاب ہیں۔اس کو پہلی بار 1809ء میں کلکتہ سے چھاپا گیا۔ایشیاٹک سوسائٹی کے بانیوں میں سے ایک چارلس ولکنس (1836-1750) نے بھگوت گیتا کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ جو 1885ء میں لندن سے شائع ہوا جس کو انگریزی قارئین نے پر جوش استقبال کیا۔

1823ء میں شلیگل نے بھگوت گیتا کا تنقیدی ایڈیشن دیوناگری رسم الخط میں لاٹن

ترجمہ کے ساتھ شائع کروایا۔اس کا روسی زبان میں ترجمہ (N.I Novikov) این۔ آئی۔نووی کو نے کیا۔

بھگوت گیتا کا جرمن زبان میں کئی بار ترجمہ ہوا۔ (CRS.Peiper) سی۔ آر ایس پیپر نے 1834ء میں، Fr.Lorinser فرلورنسر نے 1869ء میں اور آر باکس برگر R.Boxberger نے 1870ء میں جرمن زبان میں ترجمہ کیا تھا۔ اور اس کا دوسری یوروپی زبانوں میں بھی ترجمہ ہوا۔اس کے کئی انگریزی تراجم بھی دستیاب ہیں۔

مسلمانوں کے دور حکومت میں خاص کر مغلیہ دور میں سنسکرت کی کئی کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کرایا گیا۔رزم نامہ کے جزء کے طور پر بھگوت گیتا کا فارسی میں ترجمہ ہوا۔رزم نامہ مہابھارت کا فارسی ترجمہ ہے جس کو شہنشاہ اکبر کے حکم پر ملا عبدالقادر بدایونی اور دوسرے عالموں نے ترجمہ کیا تھا۔اس کا مقدمہ ابوالفضل نے لکھا تھا۔شیخ فیضی نے بھی بھگوت گیتا کا فارسی میں ترجمہ کیا تھا۔شہنشاہ شاہ جہاں کے فرزند دارا شکوہ (1659-1615) نے بھی سنسکرت پنڈتوں کی مدد سے بھگوت گیتا کا فارسی میں ترجمہ کیا۔بھگوت گیتا کی صوفیانہ تشریح اسلامی اصطلاحات کے ساتھ اس کے فلسفی اہمیت کا بیان عبدالرحمٰن چشتی نے (1654ء) اپنے میرات الحقائق میں کیا ہے۔

بھگوت گیتا کا عربی ترجمہ ڈاکٹر ماکھن لال رائے چودھری صدر شعبہ اسلامی تاریخ وتہذیب، کلکتہ یونیورسٹی نے کیا۔اس ترجمہ کو 1933ء میں ٹھاکیر سپنک اینڈ کمپنی کلکتہ سے شائع کروایا۔ 1951ء میں اس کو دائرۃ المعارف حیدرآباد کے چھاپہ خانہ سے چھاپا گیا۔یہ ترجمہ آج بھی دائرۃ المعارف عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

بھگوت گیتا کے اردو تراجم حسب ذیل ہیں۔

1۔بھگوت گیتا کا ابتدائی ترجمہ دکنی اردو میں ہوا۔17 ویں صدی کے دکنی شاعر سید مبین نے

کرشن گیتا ارجن گیتا کے نام سے کیا تھا۔

2۔فیضی سے منسوب گیتا کے فارسی ترجمہ کے اردو میں دو منظوم ترجمے ہوئے۔ پہلا لچھمی پرساد صدؔر نے صدر کی گیتا کے نام سے کیا جو 1910ء میں شائع ہوا۔ دوسرا ترجمہ آلم مظفرنگری کا ہے۔ جو عرفان مختوم کے نام سے 1960ء میں چھپا۔

3۔بھگوت گیتا کا منشی شیام سندر لال بناری نے اردو میں ترجمہ کیا جو نول کشور پریس لکھنؤ سے 1884ء میں شائع ہوا۔

4۔بھگوت گیتا کا اردو میں ترجمہ بابو بھگوان داس نے کیا تھا۔ جو 1927ء میں نول کشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوا۔

5۔بھگوت گیتا کا نغمہ الوہیت، کے نام سے حسن الدین احمد نے اردو نثر میں ترجمہ کیا جو 1975ء میں نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نئی دہلی سے شائع ہوا۔

6۔بھگوت گیتا کا نغمہ الٰہی، کے نام سے اردو نثر میں ایس ٹی وی اپلا چاری نے ترجمہ کیا جو گیتا پریس گورکھپور سے 2003ء میں شائع ہوا۔

7۔سریمد بھگوت گیتا کا چرنداس ریڈی نے ترجمہ کیا جو بھاگوت آشرم بوتھ ضلع عادل آباد تلنگانہ سے 1983ء میں شائع ہوا۔

8۔بھگوت گیتا کا منظوم ترجمہ 'نصیم عرفان، کے نام سے بشیسور پرساد منور لکھنوی نے کیا جو آدرش کتاب گھر دہلی سے 1955ء میں شائع ہوا۔

9۔بھگوت گیتا کا نثر میں پنڈت لکشمی نارائن مشرا نے ترجمہ کیا جو انجمن ترقی اردو (ہند) حیدرآباد سے شائع ہوا۔

10۔بھگوت گیتا کا، نغمہ خداوندی، کے نام سے محمد اجمل خاں نے ترجمہ کیا جو انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے 1959 میں شائع ہوا۔ پہلے یہ الہ آباد سے 1935ء میں شائع ہوا تھا۔

11۔بھگوت گیتا کا منظوم ترجمہ خان بہادر مرزا جعفر علی خاں اثر نے ،نغمہ جاوید، کے نام سے کیا جو راج محل پبلیشر جموں سے شائع ہوا۔

12۔بھگوت گیتا کا، راہ مغفرت، کے نام سے منشی کیدار ناتھ نے ترجمہ کیا جو 1926ء میں مہتاب پریس دہلی سے شائع ہوا۔

13۔بھگوت گیتا کا بنکٹ پرساد خلیق نے مخزن گیان اور آنند پرکاش کے نام سے ترجمہ کیا جس کی اشاعت پُتر نرسنگ راج کپور نے اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد دکن سے 1945ء میں کروائی۔

14۔بھگوت گیتا کا ترجمہ منشی رام سہائے نے کیا جو نول کشور پریس لکھنؤ سے 1913ء میں شائع ہوا۔

15۔بھگوت گیتا کا منظوم ترجمہ خواجہ دل محمد نے دل کی گیتا کے نام سے کیا جو قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی سے 2004ء میں شائع ہوا۔ یہ ترجمہ پہلی بار آزاد بک ڈپو امرتسر پنجاب سے شائع ہوا تھا۔

16۔بھگوت گیتا کا منظوم ترجمہ بارہ بنکی اتر پردیش کے انور جلال پوری نے ''اردو شاعری میں گیتا'' کے نام سے کیا جو 2014ء میں شائع ہوا۔

17۔بھگوت گیتا کا منظوم ترجمہ ڈاکٹر شان الحق حقی نے کیا جو انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی سے 1994 میں شائع ہوا۔ اور اس کی اشاعت فضلی سنز پرائیویٹ لمیٹڈ اردو بازار کراچی سے 2006ء میں ہوئی۔

18۔بھگوت گیتا کا اردو نثر میں کنہیا لال الکھ دھاری نے ''گیان پرکاش'' کے نام سے ترجمہ کیا، جو گیان پریس اکبر آباد آگرہ (اتر پردیش) سے 1863ء میں شائع ہوا۔

19۔بھگوت گیتا کا سادہ سلیس اردو میں منشی دیوی پرساد نے ترجمہ کیا جو رام پریس میرٹھ

(اتر پردیش) سے 1913ء میں شائع ہوا۔

20۔بھگوت گیتا کا قاضی محمد نیر صدیقی نے 'اصرارِ معرفت' کے نام سے اردو میں ترجمہ کیا جو سیوک سٹیم پریس لاہور سے 1915ء میں شائع ہوا۔

21۔بھگوت گیتا کا اردو نثر میں جانکی ناتھ مدن دہلوی نے فلسفہ الوہیت کے نام سے ترجمہ کیا تھا۔اس کا پانچواں ایڈیشن رام نارائن پریس، متھرا اتر پردیش سے 1922ء میں شائع ہوا۔

22۔بھگوت گیتا کا اردو ترجمہ منشی جگناتھ پرساد عارف نے سرچشمہ عرفان کے نام سے کیا۔ جو نامی پریس، میرٹھ اتر پردیش سے 1925ء میں شائع ہوا۔

23۔لوک مانیہ بال گنگا دھر تلک کے گیتا رہسیہ اور بھگوت گیتا کا شانتی نارائن نے ترجمہ کیا جو امرت پریس لاہور سے 1925ء میں شائع ہوا۔

24۔بھگوت گیتا کا چودھری روشن لال نے گیتا امرت کے نام سے اردو میں ترجمہ کیا جو اکسیرِ روح کے نام سے مشہور ہے۔

25۔بھگوت گیتا کا اردو نظم میں پنڈت یوگی راج سوہانوی نے کلام ربانی کے نام سے ترجمہ کیا جو محبوب المطابعہ برقی پریس جامع مسجد، دہلی سے شائع ہوا۔

26۔بھگوت گیتا کا پنڈت روپ نارائن پانڈے نے اردو میں سریمد بھگوت گیتا کے نام سے ترجمہ کیا جو لکھنؤ (اتر پردیش) سے 1941ء میں شائع ہوا۔

27۔بھگوت گیتا کا ''گیتا ہندوستانی نظم میں'' نام سے ستیہ پرکاش مہتاب پسروری نے ترجمہ کیا جو 1964ء میں نوینتم پرکاشن دہلی سے شائع ہوا۔

28۔بھگوت گیتا کا سروانند کول پریمی نے اردو نظم میں ترجمہ کیا ہے جو دہلی سے 1992ء میں شائع ہوا۔ پریمی نے کوشش کی ہے کہ ترجمہ آسان اردو میں ہو اور قابل فہم ہو۔

اسی کے لیے محاورے بڑے کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔ پریمی نے بھگوت گیتا کا بامحاورہ ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے۔مثال کے طور پر یہاں ایک اشلوک کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے جس کے پہلے اور تیسرے مصرع میں ایک محاورہ موجود ہے۔

स घोषो धार्तराष्ट्राणां हृदयानि व्यवदारयत्।

नभश्च पृथवीं चैव तुमुलो अभ्यनुनादयन्।।1.19

شور وشر ایسا وہاں پر ایک قلم برپا ہوا
یہ زمین یہ آسمان اور یہ لرز یہ انتہا
شور و غل سن سن کے کورو کا جگر پھٹنے لگا
ہر طرف تب کوروؤں کی فوج میں چھائی نشا

(۱۹–۱)

29۔بھگوت گیتا کا عبدالعزیز خالد نے اردو میں ترجمہ کیا جو انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی سے شائع ہوا۔

30۔بھگوت گیتا کا اردو نظم میں خلیفہ عبدالحکیم نے ترجمہ گیتا کے نام سے ترجمہ کیا جو اتحاد پریس، لاہور سے شائع ہوا۔

31۔بھگوت گیتا کا منظوم ترجمہ گیتا منظوم کے نام سے سلطان احمد صدیقی گورکھپوری نے کیا جس کو ہیرالال بھٹنا گر نے شائع کروایا۔

32۔بھگوت گیتا کا دو حصوں میں مہرشی شیو برت لال نے اردو میں ترجمہ کیا جو سلیمی برقی پریس الہ آباد، اتر پردیش سے شائع ہوا۔

33۔بھگوت گیتا کا پنڈت پربھودیال عاشق نے غذائے روح کے نام سے اردو میں منظوم ترجمہ کیا۔

34۔بھگوت گیتا کا سورج نارائن مہر دہلوی نے اردو میں فلسفہ گیتا کے نام سے منظوم ترجمہ کیا۔

بھگوت گیتا کے دو اشلوکوں کا مختلف ترجمہ نگاروں کے ترجمہ کا ملاحظہ ہو جو گیتا کے چوتھے ادھیائے کا ساتواں اور آٹھواں اشلوک ہے۔جو قارئین میں مقبول مانے جاتے ہیں۔

यदा यदा हि धर्मस्य ग्लानिर्भवति भारत।

अभ्युत्थानमधर्मस्य तदाऽत्मानं सृजाम्यहम्।। 4.7

''اے بھارت جب کبھی حق (دھرم) کو زوال آتا ہے۔اور باطل (ادھرم) کو فروغ ہوتا ہے۔تو میں نمایاں ہو جاتا ہوں۔(حسن الدین احمد)

ہے بھارت جب جب دھرم کی گھٹتی ہوتی ہے
اور ادھرم کی ترقی ہوتی ہے، تب میں جنم لیتا ہوں
(بھگوان داس)

اے ارجن جب جب دھرم کو خطرہ پیدا ہوتا ہے۔ادھرم بڑھتا جاتا ہے تب میں اپنا ظہور کرتا ہوں۔یعنی دنیا میں اوتار کی شکل میں نمایاں ہوتا ہوں۔

(اپلا چاری)

جہاں میں دھرم جب بگڑے، است کا جب بھی ہو غلبہ
تو آتا ہوں میں ارجن! بول کرنے دھرم کا بالا
(شان الحق حقی)

परित्राणाय साधूनां विनाशाय च दुष्कृताम्।

धर्म संस्थापनार्थाय संभवामि युगे–युगे।। 4.8

راست باز کی حفاظت کجرو کی تباہی اور حق (دھرم) کو مضبوطی کے ساتھ قائم کرنے کے لیے، میں مختلف زمانوں میں آیا گیا ہوں۔(حسن الدین احمد)

سجن لوگوں کے بچانے، دشٹ لوگوں کے ناس کرنے اور دھرم کو قائم رکھنے کے لیے میں یگ یگ میں جنم لیتا ہوں۔(بھگوان داس)

سادھوؤں یعنی نیک کاروں کی حفاظت اور بدکار یعنی گنہگاروں کو نیست و نابود کرنے کے لیے اور دھرم کو قائم رکھنے کے لیے میں یگ یگ میں یعنی ہر عہد میں اوتار لیتا ہوں۔یعنی انسانی صورت میں ظہور پذیر ہوتا ہوں۔(اپلا چاری)

چلا آتا ہوں میں بھٹکوں کو ہر یگ، آسرا دینے
بڑھانے دھرم کی شکتی، شریروں کو سزا دینے
(شان الحق حقی)

کلاسیکی ادب

سنسکرت کلاسیکی ادب دنیا کا قدیم اور شہرت کا حامل ہے۔ اس میں سبھی اصناف کی ترقی ہوئی۔ جس میں مثنوی داستان نظم قصہ گوئی اور ڈرامہ نگاری اہم ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ مختلف علوم کا کافی سرمایہ سنسکرت ادب میں دستیاب ہے۔

کلاسیکی سنسکرت ادب کے دنیا کی کئی زبانوں میں تراجم ہوئے ہیں۔ اردو میں بھی اس کا کافی ذخیرہ ہے جو اردو ادب کا حصہ بن چکا ہے۔

کالی داس

ہندوستان میں کالی داس کو سنسکرت ادب کا سب سے عظیم شاعر اور ڈرامہ نگار تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس عظیم مرتبہ کے باوجود کالی داس کے عہد اور ان کے عام حالات زندگی پر ابھی تک پردہ پڑا ہوا ہے۔ روایات کے مطابق کالی داس اجین کے وکرم دور کے بانی راجہ وکرمادتیہ (57ق۔م) کے عہد میں گزرے ہیں لیکن محققین کی رائے کے مطابق کالی داس گپتا عہد کے شاعر ہیں اور چندر گپت دوم کے زمانہ میں تھے جس نے وکرمادتیہ کا لقب اختیار کیا تھا اور جس کا عہد 343ء سے 414ء تک رہا۔ یہ سب رائیں محض جغرافیائی تحقیق اور کالی داس کی تصانیف کی داخلی شہادتوں پر مبنی ہیں اور کالی داس کے عہد کا صحیح تعین کرنے سے قاصر ہیں۔

کالی داس کی تصانیف تین ڈراموں اور چار طویل نظموں پر مشتمل ہیں۔ ابھگیانہ

شاکنتلم، مالویکااگنی مترا اور وکرم اور وشیم ڈرامہ ہیں۔ کمار سمبھو، رگھوونش، رتو سنہار اور میگھ دوت طویل نظمیں ہیں۔

کالی داس کو مناظر فطرت کی تصویر کشی اور جذبات انسانی کی ترجمانی میں کمال حاصل تھا۔ سادہ اور پر وقار زبان، خوبصورت اور دلنشیں طرز بیان، خیال اور جذبہ کا امتزاج ان کے کلام کی ایسی خصوصیات ہیں جنھوں نے کالی داس کو دنیا کا ایک عظیم فن کار بنا دیا ہے۔

ان کی تصانیف کے اردو تراجم حسب ذیل ہیں:

1۔ مالویکاگنی متراڈرامہ کا ترجمہ منور لکھنوی نے کیا جو انجمن ترقی اردو علی گڑھ سے 1973ء میں شائع ہوا۔

2۔ مالویکاگنی متر کا ایک اور ترجمہ عرفان صدیقی نے کیا جو اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ سے شائع ہوا۔

3۔ وکرموروشیم ڈرامہ کا ترجمہ مولوی محمد عزیز مرزا نے کیا تھا۔ اس کی اشاعت شمسی پریس آگرہ سے 1907ء میں ہوئی۔ اس ترجمہ کا دوسری بار لکھنؤ سے 1924ء میں اشاعت عمل میں آئی۔

4۔ کمار سمبھو کا منور لکھنوی نے 1943ء میں ترجمہ کیا۔ اس کا ایک اور ترجمہ منشی وشویشور پرساد نے 1945ء میں کیا۔

5۔ رتو سمہار کا ترجمہ منشی پیارے لال شاکر نے، اکیسرِ سخن، کے نام سے کیا جو لکھنو سے 1913ء میں شائع ہوا۔ اس کا ترجمہ عبدالحلیم شرر نے بھی کیا۔

6۔ میگھ دوت کا اردو میں ترجمہ پربھودیال عاشق نے ''پیک ابر'' کے نام سے 1916ء میں کیا۔

7۔ میگھ دوت کا ترجمہ سمیم برقی نے بھی 1918ء میں کیا جو انسٹی ٹیوٹ پریس علی گڑھ سے شائع ہوا۔

8۔میگھ دوت کا منظوم ترجمہ بابو گجپت شرن داس نے 1926ء میں دو حصوں میں ''قاصد سحاب'' کے نام سے کیا جو سہ ماہی جریدہ سہیل کے شمارہ ستمبر و دسمبر 1926ء میں شائع ہوا۔

9۔میگھ دوت کا منظوم ترجمہ اظہر سعید خان نے کیا تھا۔جس کی اشاعت 2002ء میں مدھیہ پردیش اردو اکادمی بھوپال سے ہوئی۔

میگھ دوت مہا کوی کالی داس کی ایک جمالیاتی نظم ہے جو اپنے موضوع اور انداز بیان کے سبب کالی داس کی سب سے خوبصورت اور مقبول تصنیف شمار کی جاتی ہے۔صدیاں گزر جانے کے بعد بھی اس نظم کی آب و تاب میں ذرا سی کمی نہیں آئی ہے بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ اس کی مقبولیت میں بھی برابر اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔دنیا کی ہر بڑی زبان میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔

نظم کا موضوع بہت سادہ ہے۔ایک مفروضہ کے مطابق ہمالیہ کے دامن میں شہر الکا پوری آباد ہے جو یکشوں کا مسکن ہے۔دھن پتی یکش راج کُبیر اس کے حکمراں ہیں۔ایک دن اپنے ایک یکش خادم کو اس کے کسی فرض منصبی کی بجا آوری میں غفلت کرنے پر دھن پتی نے اسے شاپ یا سزا دی کہ وہ سال بھر کے لیے اپنی بیوی سے دور ہو جائے۔یکش اپنی سزا کے دن کاٹنے کے لیے رامہ گیری آشرم میں جا کر رہنے لگتا ہے۔کچھ مہینے جیسے تیسے گزارتا ہے لیکن جب برسات کا موسم آتا ہے تو دامن صبر اس کے ہاتھوں سے چھوٹ جاتا ہے۔بیوی کی یاد آنسو بن کر آنکھوں سے برسنے لگتی ہے۔اس عالم بے قراری میں وہ منڈلاتے ہوئے بادل کو دیکھتا ہے اور اسے قاصد بنا کر اپنی بیوی کے پاس اپنی خیریت کا پیام بھیجتا ہے۔وہ میگھ کو الکا پوری کی راہ بتاتا ہے۔اسے کہاں کہاں سے جانا پڑے گا۔راستہ میں کون سے شہر دریا پہاڑ ملیں گے،اور یہاں شاعر کا سحر کار قلم ان مناظر کی ایک ایسی تصویر

کشی کرتا ہے کہ سارے مناظر مجسم ہو کر آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں۔

مناظر قدرت کے حسین بیان کے ساتھ کالی داس نے یکش اور اس کی بیوی کے عالم فرقت کا نقشہ کھینچ کر ایسا سوز و گداز بھر دیا ہے کہ ہر ہر لفظ میں خود شاعر کا دل دھڑکتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔نظم کے کردار ماورائی ہوتے ہوئے بھی اس زمین کے جیتے جاگتے انسان بن جاتے ہیں جن کے دل جذبات محبت سے لبریز ہیں۔

धूमज्योतिः सलिलमरूतां सन्निपातः क्व मेघः?
संदेशार्थाः क्व पटुकरणैः प्राणिभिः प्रापणीयाः।
इत्यौत्सुक्यादपरिगणयन् गुह्यकस्तं ययाचे
कामार्ता हि प्रकृति कृपणाश्चेतना–चेतनुषु।।5

دھوپ، پانی، ہوا اور دھوئیں سے بنا
ایک بے جان بادل کہاں
اور کہاں زندہ طرار قاصد کے ہاتھوں
بھیجے جانے کے قابل دلوں کا پیام
پر محبت کے مارے جو بے مایہ ہیں
کب انھوں نے بھلا
فرق جانا ہے جاندار و بے جان کا
وہ تو دونوں ہی کے سامنے قدرتی طور پر
آپ ہی آپ بے مایہ بن جاتے ہیں
یوں ہی وہ یکش بھی

جاندار اور بے جان کے فرق کو بھول کر
میگھ کے سامنے عرض پیرا ہوا۔

مہا کوی کالی داس کی تصنیف شکنتلا ناٹک اگرچہ پانچویں صدی عیسوی میں تخلیق ہوئی لیکن چودہ پندرہ سو برس گزر جانے کے بعد بھی اس کی مقبولیت کا وہی عالم رہا جو خود کالی داس کے زمانے میں تھا۔ دنیا کی مختلف زبانوں میں اس کے بے شمار ترجمے ہوئے۔ سب سے پہلے سر ولیم جونس نے 1789ء میں انگریزی میں اس کا ترجمہ کیا اس شہرہ آفاق ادبی تخلیق کو اردو سے روشناس کرنے کا سہرا مرزا کاظم علی جوان کے سر ہے۔

اس ڈرامہ کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔

کالی داس کے ڈرامے شکنتلا کی کہانی اس طرح شروع ہوتی ہے اور اس کے مختلف مناظر کچھ اس قسم کی ترتیب کے ساتھ سامنے آتے ہیں۔

راجہ دشنیت رتھ میں سوار تیر کمان ہاتھ میں لیے ہوئے جنگل میں ایک ہرن کا پیچھا کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ رتھ بان اور راجہ اس شکار کے موضوع پر آپس میں باتیں کرتے ہیں۔ اتنے میں ایک سادھو نمودار ہوتا ہے اور وہ یہ کہتا ہے کہ یہ آشرم کا ہرن ہے۔ اس کو نہ ماریئے۔ چنانچہ راجہ کو اس سے باز رکھتا ہے۔ سادھو اس کو یہ دعا دیتا ہے کہ وہ ایسے بیٹے کا باپ ہو جو راجاؤں کا راجہ ہو۔ راجہ کو اس دعا سے بہت خوشی ہوتی ہے۔

سادھو راجہ کو مہمان بنا کر کنو رشی کے آشرم میں لے جاتا ہے۔ یہاں راجہ کی نظر شکنتلا پر پڑتی ہے جو اپنی سہیلیوں انوسویا اور پریم ودا کے ساتھ درختوں کو پانی دے رہی ہے۔ وہ آپس میں کام کے ساتھ ہنسی مذاق کا سلسلہ بھی جاری رکھتے ہیں۔

شکنتلا کو اس عالم میں دیکھ کر راجہ پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوتی ہے وہ اس کے حسن سے اس قدر متاثر ہوتا ہے کہ اپنی سدھ بدھ کھو دیتا ہے۔ اس کی موہنی مورت اس کے

دل میں کھب جاتی ہے اور اس کی دنیا میں ایک ہل چل سی مچا دیتی ہے۔ شکنتلا پر بھی اس کا اثر ہوتا ہے۔

وہ تینوں ایک مہمان کی طرح راجہ کا استقبال کرتی ہیں اور آپس میں صلاح مشورہ کر کے اس کے پاس بیٹھ جاتی ہیں اور باتیں شروع کر دیتی ہیں راجہ ان تینوں کی تعریف کرتا ہے اور وہ راجہ کی تعریف میں رطب اللسان ہو جاتی ہیں۔ آپس میں چھیڑ چھاڑ بھی ہوتی ہے۔ غرض خاصی دیر تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔

انھیں لمحات حسین میں راجہ کے دل میں شکنتلا کی محبت اور شکنتلا کے دل میں راجہ کی محبت کے چراغ فروزاں ہو جاتے ہیں۔

راجہ اس بن کے قریب ہی اپنا ڈیرہ ڈال لیتا ہے۔ اس موقع پر ایک مسخرا مادھو نمودار ہوتا ہے جو دلچسپ لیکن مضحکہ خیز باتیں کرتا ہے۔ اس کی یہ باتیں خود راجہ، سپہ سالار اور چوبداروں سے ہوتی ہیں۔ یہاں راجہ دوران گفتگو میں اس حقیقت کا اظہار کرتا ہے کہ شکنتلا کی محبت کا تیر اس کے دل میں پیوست ہو چکا ہے لیکن ڈرتا بھی ہے کہ کہیں کسی کو اس کا علم نہ ہو جائے۔

اس کے بعد کالی داس نے بن کی تصویر کھینچی ہے جہاں سب سے پہلے ایک چیلا راجہ دشنیت کی عظمت کی تعریف کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ پھر پریم ودا دکھائی دیتی ہے جو شکنتلا کے لیے صندل کا لیپ اور کنول کی پتیاں لیے جا رہی ہے۔ پھر راجہ دکھائی دیتا ہے جس کی حالت عشق کے مارے ہوؤں کی سی ہے۔ وہ شکنتلا کے دیدار کا مشتاق ہے اور اس کو دیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ وہاں پہنچ جاتا ہے جہاں شکنتلا اپنی سہیلیوں سے گفتگو کر رہی ہے۔ راجہ بھی اس گفتگو میں شریک ہو جاتا ہے۔ شکنتلا شرماتی اور لجاتی ہے لیکن باتیں کرتی رہتی ہے۔ اور ان دونوں کی باتوں سے محبت کی باس پھوٹی پڑتی ہے۔

شکنتلا کی سہیلیاں انسویا اور پریم ودا یہ دیکھ کر بہت خوش ہوتی ہیں اور آپس میں اس موضوع پر باتیں کرتی رہتی ہیں۔ انھیں اگرچہ اس بات کی خوشی ہے کہ شکنتلا کو ایک پریم کرنے والا مل گیا لیکن اس بات کا غم بھی کہ وہ اب ان سے بچھڑ جائے گی اور اس کے بغیر ان کا وقت تکلیف اور پریشانی میں کٹے گا۔ اتنے میں کنو واپس آجاتے ہیں اور وہ بھی اس خبر کو سن کر خوش ہوتے ہیں۔ شکنتلا کو سسرال بھیجنے کی تیاریاں شروع ہوجاتی ہیں۔

بالآخر شکنتلا گوتمی اور دوسرے چند لوگوں کے ساتھ اپنے سسرال روانہ ہوتی ہے۔ یہ لوگ راج محل میں پہنچتے ہیں۔ بڑی مشکل سے راجہ کے حضور میں بازیابی ہوتی ہے۔ لیکن راجہ شکنتلا کو پہچاننے اور اس حقیقت کو ماننے سے انکار کردیتا ہے کہ کبھی اس کے ساتھ اس کا بیاہ ہوا تھا۔ شکنتلا منت سماجت کرتی ہے لیکن راجہ نہیں مانتا تب وہ کہتی ہے کہ اس کے پاس بطور نشانی کے راجہ کی دی ہوئی انگوٹھی موجود ہے راجہ اس کو دیکھنے کے لیے تیار ہوجاتا ہے۔ شکنتلا انگوٹھی کو نکالنے کی کوشش کرتی ہے لیکن اسے انگوٹھی نہیں ملتی۔ کیونکہ وہ کہیں گر چکی ہے، گوتمی اس کو بتاتی ہے کہ جس وقت وہ راستے میں گنگا جی کے تٹ پر کھڑی تھی، ہوسکتا ہے اس وقت وہ انگوٹھی گر گئی ہو۔

غرض راجہ کسی طرح نہیں مانتا۔ شکنتلا اور گوتمی سے اس کی خاصی تیز گفتگو ہوتی ہے لیکن کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ وہ ناکام وہاں سے واپس ہوتے ہیں۔ ان کے جانے کے بعد راجہ کہتا ہے کہ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ اس لڑکی نے کبھی میرا دل لبھایا تھا لیکن میرا دل یہ ضرور کہتا ہے کہ جو کچھ وہ کہتی ہے وہ سچ ہے۔

یہ لوگ تو چلے جاتے ہیں۔ ادھر شہر کی ایک گلی میں ایک ایسا شخص نظر آتا ہے جس کو وہ انگوٹھی ملی جو شکنتلا سے دریا پر گر پڑی تھی۔ کوتوال اس کو پکڑتا ہے۔ راجہ کو یہ بات معلوم ہوتی ہے تو اس کو شکنتلا کے ساتھ اپنے بیاہ کا خیال آتا ہے۔ یہ سب کچھ یاد کر کے اس کو بڑی بے

چینی ہوتی ہے۔ صلاح ومشورہ کرتا ہے اور بالآخر ماتلی کے ساتھ رتھ میں بیٹھ کر روانہ ہوجاتا ہے۔

دشنیت اور ماتلی دونوں رتھ میں بیٹھے ہوئے کبھی آکاش پر اڑتے کبھی زمین پر اترتے ہیں۔ آپس میں باتوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ دونوں اندر کی تعریف کرتے ہیں۔ چلتے چلتے ہیم کوٹ سے ان کا گزر ہوتا ہے۔ جہاں کشیپ رشی تپسیا کرتے ہیں۔ یہ لوگ یہاں اترتے ہیں اور آشرم کی طرف چلتے ہیں کہ راستے میں انھیں ایک لڑکا شیر کے ساتھ کھیلتا ہوا نظر آتا ہے۔ راجہ اس لڑکے کو دیکھ کر بہت متاثر ہوتا ہے۔ اس کا دل اس کی طرف کھنچتا ہے۔ راجہ اس لڑکے کے پاس جاتا ہے۔ شکنتلا بھی وہاں آجاتی ہے۔ راجہ کی آنکھوں کے سامنے سے بھول کا پردہ اٹھ جاتا ہے۔ شکنتلا کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں لیکن یہ خوشی کے آنسو ہیں۔ کشیپ منی آجاتے ہیں۔ وہ سب کو آشیرباد دیتے ہیں اور یہ لوگ خوشی خوشی وہاں سے رخصت ہوجاتے ہیں۔

کاظم علی جواں نے کالی داس کی اسی کہانی کو پیش نظر رکھا ہے۔ لیکن ترتیب بدل دی ہے۔ اور ان کی نئی ترتیب اور تھوڑے سے اضافے اور ترمیم نے کہانی میں جمالیاتی اعتبار سے کچھ اور بھی لطف پیدا کردیا ہے۔ مثلاً ان کی کہانی وشوامتر کی تپسیا کے بیان سے شروع ہوتی ہے۔ راجہ اندر کو یہ بات پسند نہیں اس لیے وہ منیکا پری کو بلاتے ہیں اور اس کے سپرد یہ کام کرتے ہیں کہ وہ وشوامتر کو دنیا سے دلچسپی لینے کا اہم کام انجام دے۔ وہ تیار ہوجاتی ہے اور اس کو اپنے حسن سے اس طرح رجھاتی ہے کہ وشوامتر کا سارا جوگ ہوا ہوجاتا ہے۔ شکنتلا اسی کی بیٹی ہے جس کو وہ بدنامی کے ڈر سے جنگل میں چھوڑ کر کسی طرف کو نکل جاتی ہے۔ اتفاق سے کنو منی اس کو اٹھا لے جاتے ہیں اور اپنے آشرم میں رکھتے ہیں۔ ان کی بہن گوتمی اس کی پرورش کرتی ہے۔ پھر راجہ آتا ہے۔ اس سے محبت کر کے بیاہ کرتا ہے۔ اس کو انگوٹھی

دے کر واپس جاتا ہے۔ کنومنی تیرتھ سے واپس آ کر شکنتلا کو راجہ کے پاس بھیجتے ہیں۔ راستے میں شکنتلا سے انگوٹھی گم ہو جاتی ہے۔ اس لیے وہ اس کو پہچانتا نہیں لیکن جب انگوٹھی مل جاتی ہے تو پہچان لیتا ہے اور وہ اطمینان سے رہنے لگتے ہیں۔

کہانی کی اس ترتیب میں نسبتاً زیادہ ہم آہنگی ہے کیونکہ اس کے مختلف واقعات میں ایک منطقی تسلسل کا احساس ہوتا ہے۔

کاظم علی جوان نے ان واقعات کو ایک لڑی میں پرو کر یہ کہانی بنائی ہے لیکن ان کی ترتیب میں ہر جگہ ڈرامائی شان کو باقی رکھا ہے اور یہ ڈرامائی شان مکالمہ نگاری، منظر نگاری، جذبات نگاری، واقعہ نگاری اور کردار نگاری کے حسین اور متوازن امتزاج سے پیدا ہوئی ہے۔

اسلوب اور انداز بیان کے اعتبار سے بھی یہ کہانی اہم ہے۔ مجموعی طور پر اس کا اسلوب کہانی کی عام فضا سے مناسبت رکھتا ہے لیکن اس میں کسی تصنع اور تکلف کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ برخلاف اس کے ایک فطری روانی نظر آتی ہے۔ یہ روانی ہی اس کی سب سے بڑی خوبی ہے اور اسی خوبی نے اس کا اردو نثر کی روایت میں ایک نمایاں مقام دیا ہے۔۔

شکنتلا کے آج تک حسب ذیل تراجم دستیاب ہیں۔

1۔ شکنتلا ڈرامہ کا اردو میں ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری نے ترجمہ کیا جو 1939ء میں انجمن ترقی اردو حیدرآباد سے شائع ہوا۔ اس ترجمہ کی ناقدین نے کافی تعریف کی ہے۔

2۔ شکنتلا کا پریم پال اشک نے ترجمہ کیا تھا۔

3۔ شکنتلا کے ایک ترجمہ کی اشاعت 1925ء میں سیالکوٹ سے ہوئی۔

4۔ راجہ شیو پرساد نے بھی شکنتلا کا اردو میں ترجمہ کیا تھا۔

5۔ شکنتلا کا ترجمہ منور لکھنوی نے کیا جو دہلی سے 1963ء میں شائع ہوا۔

6۔ دشینت وشکنتلا کے نام سے شکنتلا کا ترجمہ اقبال ورما سحر نے کیا۔

7۔ شکنتلا کا ترجمہ محترمہ خدسیہ بیگم زیدی نے کیا جو انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے 1957ء میں شائع ہوا۔

8۔ شکنتلا کا اردو ترجمہ ساغر نظامی نے کیا جو ادبی مرکز نئی دہلی سے 1960ء میں شائع ہوا۔ اس ترجمہ کا پیش لفظ وزیر اعظم ہند پنڈت جواہر لال نہرو نے لکھا تھا۔ یہ ترجمہ قارئین میں خاص شہرت پائی ہے۔

9۔ شکنتلا کا ابتدائی اردو ترجمہ ڈاکٹر جان گل کرسٹ کی فرمائش پر 1801ء میں مرزا کاظم علی جوان نے کیا۔ اس کے کچھ حصے دیوناگری رسم الخط میں ڈاکٹر گل کرسٹ کے ''ہندی مینول'' میں شائع ہوا۔ اس کے بعد یہ کہانی 1804ء میں رومن حروف میں کلکتہ سے شائع ہوئی۔ پھر 1826ء میں ڈاکٹر گل کرسٹ نے اس کو اپنے مخصوص مجوزہ رسم الخط میں لندن سے شائع کیا اور اس پر ایک مفصل مقدمہ بھی لکھا۔ 1830ء میں یہ کہانی ''ہندی اور ہندوستانی انتخاب'' کے اس مجموعے میں شامل کی گئی جو بنگال آرمی کے ترجمان کے لیے مرتب کیا تھا اور جس کی دو جلدیں کلکتے میں چھپ کر شائع ہوئی تھیں۔ اس مجموعے میں یہ کہانی پہلی بار اردو رسم الخط میں شائع ہوئی۔ 1875ء میں اس کا ایک ایڈیشن نول کشور نے لکھنو سے بھی شائع کیا۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی نے 1963ء میں پھر سے اس کو مدون کیا جو 2004ء میں کتابی دنیا دہلی سے شائع ہوا۔

شکنتلا کے اردو ترجمہ کا نمونہ ملاحظہ ہو:

पातुं न प्रथमं व्यवस्यति जलं युष्मास्वपीतेषु या

नादत्ते प्रियमंडनापि भवतां स्नेहेन या पल्लवम्।

आद्येवः कुसुम प्रसूतिसमये यस्या भवत्युत्सवः

सेयं याति शकुंतला पतिगृहं सर्वैरनुज्ञायताम् || 4.8

ارے او تپون کے پیڑو! گھیرے ہوئے ون دیوتاؤں سے اے تپون کے پیڑو! تمہارا رنگ تمہاری بہار جاتی ہے۔

یہاں سے آج وہ لال از رجاتی ہے! کبھی جو بھولے سے پانی دئے بغیر تمہیں، نہ ایک بوند بھی اپنے گلے میں ڈالتی تھی، یہاں سے آج وہ ابرے بہار جاتی ہے!

(ساغر نظامی)

تمہارے پھولنے سے یہ خوش ہوتی تھی اور بے کلی سب جاتی رہتی تھی اور جب تک تمہیں یہ نہ سینچتی تھی، پانی بھی نہیں پیتی۔ کیاریاں اور تھالے دن بھر بناتی۔ جو اس طرح خدمت کرتی تھی۔ سنو اب وہ سسرال چلی ہے۔ (مرزا کاظم علی جوان)

پنچ تنتر

پنچ تنتر آچاریہ وشنو گپت کی کتاب ہے جس کی تالیف 300 ق م مانی جاتی ہے۔ اس کتاب میں حکومت کے رموز اور اخلاقی نصیحتوں کو کہانیوں کے پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کا دنیا کی متعدد زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ اس کی حکایتوں نے ہر ملک کے شعر وادب پر گہرے نقوش چھوڑے ہیں۔ اس کے اردو تراجم حسب ذیل ہے۔

1۔ پنچ تنتر کا دکنی میں منشی محمد ابراہیم بیجاپوری نے ''انوار سہیلی'' کے نام سے ترجمہ کیا جو سینٹ جارج کالج مدراس کے پریس سے 1824ء میں شائع ہوا۔

2۔ پنچ تنتر کا اردو ترجمہ کلیلہ و دمنہ کے نام سے ڈاکٹر سید علی نے کیا جو مفید عام پریس آگرہ سے 1892ء میں شائع ہوا۔

3۔ پنچ تنتر کا کلیلہ دمنہ نام سے بشاش بھوپالی نے ترجمہ کیا۔

4۔ پنچ تنتر کا انوارے سہیلی کے نام سے راز اکبرآبادی نے ترجمہ کیا۔

5۔ انوارے سہیلی کی کہانیاں، کے نام سے رفیہ شبنم عابدی نے پنچ تنتر کی کہانیوں کو مدون کیا جو قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی سے شائع ہوا۔

6۔ پنچ تنتر کی کہانیاں، چار حصوں میں شیو کمار نے ترتیب دیا تھا۔ ان کا اردو میں ترجمہ اطہر پرویز نے کیا جو قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی سے شائع ہوا۔

7۔ فارسی عیار دانش کا شیخ حفیظ الدین احمد نے اردو میں ''فرد افروز'' کے نام سے ترجمہ کیا جو فورٹ ولیم کالج کلکتہ سے شائع ہوا۔ شیخ حفیظ الدین احمد فورٹ ولیم کالج میں درس وتدریس کے ساتھ ترجمہ بھی کرتے تھے۔

8۔ فقیر محمد خاں گویا نے 1835ء میں فارسی انوارے سہیلی کا ترجمہ بوستانے حکمت کے نام سے کیا۔

بھرتر ہری

بھرتر ہری چھٹویں صدی کے سنسکرت کے ایسے شاعر اور فلسفی ہیں جن کی شاعری آج بھی زندہ وتابندہ اور سبق آموز دکھائی دیتی ہے۔ ان کے شتکوں کا اردو کے کئی ادیبوں نے ترجمہ کیا ہے۔

1۔ بھرتر ہری کے نیتی شتک کا منظوم ترجمہ رگھویندر راؤ جذب عالپوری نے کیا جس کی اشاعت آندھرا پردیش ساہتیہ اکادمی حیدرآباد سے ہوی۔

2۔ بھرتر ہری کے تینوں شتکوں کا ''شاعر اعظم بھرتری ہری، کے نام سے امتیاز الدین خان نے منظوم ترجمہ کیا جو 1983ء میں اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ سے شائع ہوا۔

3۔ بھرتر ہری کے تینوں شتکوں کا بھرتر ہری، نام سے جیے کرشن چودھری نے اردو میں ترجمہ کیا جو 1959ء میں ادارہ انیس اردو، الہ آباد سے شائع ہوا۔

4۔ بھرتر ہری کے تینوں شتکوں کے منتخب کلام کا عبدالستار دلوی نے ''بھرتر ہری'' اقبال کا ایک مدیہہ عظیم سنسکرت شاعر اور مفکر: تحقیقی مطالعہ اور اس کے منتخب کلام کا اردو ترجمہ، نام سے ترجمہ کیا جو دائرۃ الادب ممبئی سے 2004ء میں شائع ہوا۔

بھرتر ہری کی شاعری کے ترجمہ کی کچھ مثالیں ملاحظہ ہو:

अज्ञः सुखमाराध्यः सुखतरमाराध्यते विशेषज्ञः।

ज्ञानलवदुर्विदग्धं ब्रह्मापि नरं न रंजयति।।3

جاہل کو منا سکتے ہیں آسانی سے، ہے اور بھی آسان کہ عاقل مانے دانا نہ ہو اور ناز ہو دانائی پر، اس کو تو خدا اللہ تعالیٰ بھی سمجھا نہ سکے۔

(امتیاز الدین)

ناواقف کے لیے آسان تفہیم
ہے اور بھی آسان جسے ہے عقل سلیم
کم فہم کو گر ہو ہمسد دانی کا غرور
سمجھا سکتا نہیں ہے خلاق عظیم

(جذب)

जयंति ते सुकृतिनो रससिद्धाः कवीश्वराः।

नास्ति येषां यशः काये जरामरणजं भयम्।। 24.

ڈوبی ہو رس میں نغمہ شیریں کی جو کتاب، ہے شاعر اعظم کی تخلیق لا جواب پیری

و موت چھو نہ سکیں گے اسے، شیریں سخن کا زندہ جاوید ہے شباب۔

(امتیاز الدین)

جو لوگ کہ شاعر بھی ہیں اور نکہ داں
عزت سے بسر ہوتی ہے ان کی ہر آں
ہے ان کو حیات جاوداں جب حاصل
پھر موت و ضعیفی کا انہیں خوف کہاں۔

(جذب)

प्रसह्य मणिमुद्धरेन् मकरवक्रदंष्ट्रांकुरात्

समुद्रमपि संतरेत्प्रचलदूर्मिमालाकुलम्।

भुजंगमपि कोपितं शिरसि पुष्पवद्धारयेन्

न तु प्रतिनिष्टमूर्खजनचित्तमाराधयेत्।।

دانتوں سے مگر مچھ کے نکالیں موتی
ممکن ہے شناوری سمندر کی بھی
ممکن ہے کہ سانپ ہار پھولوں کا بنے
کیا اس کو منائیں جو ہو ناداں ضدی۔

(جذب)

دانتوں سے نہنگ کے بھی موتی ممکن ہے کہ کھینچ لے دلاور
ممکن ہے کہ بحر بیکراں کو طوفان میں طے کرتے شناور
ممکن ہے کہ کوئی اپنی چوٹی پھنکارتے ناگ سے بھی گوندھے
لیکن یہ محال ہے کہ ناداں داناں کی بات کرے باور۔ (امتیاز الدین)

آدمی صف شکن بھی ہوتا ہے
شیرو اژدہا کو مار لیتا ہے
بحر زخار کے تلاطم میں
تیر کر اس کو پار جاتا ہے
ہاں مگر وہ بدل نہیں سکتا
مرد ناداں کی فکر کا انداز
(پروفیسر عبدالستار دلوی)

علامہ اقبال نے بھی بھرتر ہری کے ایک اشلوک کے جز کا منظوم ترجمہ کیا اور اس کو اپنے مجموعہ کلام ''بال جبریل'' میں سرِ عنوان درج کیا۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مرد ناداں پر کلام نرم ونازک بے اثر

جاوید نامے میں بھی اقبال نے بھرتر ہری کے ایک شلوک کا فارسی ترجمہ پیش کیا۔

ایں خدایان تنک مایہ زسنگ اندوزخشت
برترے ہست کہ دوراست زدیروز کنشت
سجدہ بے ذوق عمل خشک وبجائے نہ رسد
زندگی ہمہ کردار چہ زیبا وچہ زشت
فاش گویم بتوحرے کرنداند ہمہ کس شت
اے خوش آں بندہ کربرلوح دل اورابنو
پیش آئین مکافات عمل سجدہ گزار
زانکہ خیزدز عمل دوزخ واعراف وبہشت

جیہ دیو

جیہ دیو کے گیت گووند کا منظوم ترجمہ گلاب رائے پنڈت نے کیا جو 1949ء میں فیض آم پریس سے شائع ہوا۔ گیت گووند کا اردو ترجمہ ویشیور پرساد منور نے بھی کیا جو اردو کتاب گھر دہلی سے شائع ہوا۔

کرشن مشرا

کرشن مشرا (گیارہ ہویں صدی) نے پربودھ چندرودیہ ڈرامہ لکھا تھا جس کا اردو میں آغا حسن نے ترجمہ کیا جو گوجران والا سے شائع ہوا۔ اس کا اور ایک ترجمہ بھگوان داس نے بھی کیا تھا۔

سری ہرش

سری ہرش (1200-1150) ءسنسکرت کے مشہور شاعر ہوئے۔ انھوں نے نیشد یہ چرت مہا کاویہ کے علاوہ فلسفے ویدانت کی ایک تصنیف ''کھنڈانہ کھنڈ کادیہ'' کے نام سے کی۔ راجہ نل اور دمینتی کے آپسی محبت اور شادی بیاہ کی مختصر کہانی کو تصور کے سہارے سے سری ہرش نے 22 حصوں میں نیشد یہ چرت کے نام سے تصنیف کی ہے۔ ادبی حلقوں میں اس کی کافی شہرت ہے۔ کیونکہ مغلیہ دور میں فارسی میں اس کے کئی تراجم ہوئے جس میں فیضی کا ترجمہ کافی اہمیت کا حامل ہے۔ نیشد یہ چرت کا نل دمینتی کے نام سے رام سروپ کوشل نے ترجمہ کیا جو لاج پت رائے اینڈ سنز سے شائع ہوا۔ اور ایک ترجمہ نل ودمن کے نام سے بھگونت رائے کاکوری نے 1859ء میں کیا۔ احمد سروی کے ترجمہ نل ودمن کو سید محمد عبداللہ نے انجمن ترقی اردو کراچی سے 1978ء میں شائع کروایا۔

کلہن

کشمیری شاعر کلہن نے کشمیر کے تاریخ پر راجہ ترنگنی کی تالیف کی ہے۔ راجہ ترنگنی کی بنیاد پر دیویکا رنگ چاری نے ''راجہ ترنگنی کی کہانیوں سے کشمیر کے قصے'' نام سے مدون کیا جو 2003ء میں نیشنل کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی سے شائع ہوا۔

کشیمانکر کے سنگھاسن بتیسی کا اردو میں رنگ لال نے ترجمہ کیا جو لکھنؤ سے 1871ء میں شائع ہوا۔ اس کے دیگر ترجمے آرام شاہ جہاں پوری چمن دہلوی رنگین لکھنوی نے بھی کیا ہے۔

مہا کوی بھاس

مہا کوی بھاس سنسکرت کے مشہور ڈرامہ نگار ہیں ان کے تیرہ ڈرامے دستیاب ہیں۔ ان کے ایک بابی ڈرامہ کرنہ بھارم کا راقم الحروف ڈاکٹر شیخ عبدالغنی نے اردو میں ترجمہ کیا جو 2015ء میں اکھل بھارتیہ مسلم سنسکرت سنرکشن ایوم پراچیہ شودھ سنستھان وارانسی اتر پردیش سے شائع ہوا۔

ترجمہ کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

हतोऽपि लभते स्वर्गं जित्वा तु लभते यशः।

उभे बहुमते लोके नास्ति निष्फलता रणे।।12

شہید ہونے پر ملے گی جنت، جیتنے پر ملے گی شہرت

دنیا میں دونوں بھی قابل عظمت، جنگ میں ناکامی نہیں ہے۔ (12)

راجہ ہرش وردھن کا ڈرامہ رتناولی کا پی پیام نے اردو میں ترجمہ کیا جو اتر پردیش اردو اکیڈمی لکھنو سے شائع ہوا۔

شک سپتتی

یہ سنسکرت کی مشہور تصنیف ہے اس کے زماں اور مصنف کا سہی پتہ نہیں چل سکا۔ اس میں طوطے کی کہی ہوئی 70 کہانیاں ہے۔ مولانا ضیاء الدین نخشابی (وفات 1350ء) نے محمد بن تخلق کے زمانے میں اس کے 52 کہانیوں کا فارسی میں ترجمہ کیا جس کا نام طوطی نامہ رکھا۔

دکنی کے مشہور شاعر غواصی نے نخشابی کے طوطی نامہ سے 45 کہانیوں کو لے کر 1639ء میں مثنوی ''طوطی نامہ کی تصنیف کی ہے طوطی نامہ کا شیخ ابوالفضل کے علاوہ سید محمد قادری نے بھی خلاصہ لکھا تھا۔ سید حیدر بخش حیدری فورٹ ولیم کالج کے اہم مصنفین میں سے ہیں یہ دہلی کے باشندے تھے۔ انھوں نے سید محمد قادری کے خلاصہ کا اردو میں ترجمہ کیا اور اس کا نام 'طوطا کہانی' رکھا۔ اس میں عورتوں کی نفسیات کا خصوصی بیان ہے۔

دیگر علوم

علم الحساب

بھاسکراچاریہ (12 ویں صدی) کی لیلاوتی جو علم حساب کی کتاب ہے اس کا مغل دور میں فیضی نے فارسی میں ترجمہ کیا تھا۔ اس کو اردو میں دیوی چند نے منتقل کیا جو 1895ء میں سیالکوٹ سے شائع ہوئی۔

شعریات

سنسکرت شعریات میں رس یعنی لذت یا لطف کی اہمیت مقدم ہے۔ اس موضوع کی تشریح کرتے ہوئے مولوی حبیب الرحمٰن شاستری نے رس یعنی فلسفۂ انبساط کی تالیف 1930ء میں کی تھی جو پہلی بار مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے شائع ہوا۔ دوبارہ ساہتیہ اکادمی نئی دہلی نے 2000ء میں شائع کیا۔ اس کتاب میں انبساط (مسرت یا آنند) کی تشریح کی گئی ہے جو شاعری کی قرأت اور ڈرامہ کے تماشے کے وقت قارئین اور تماشائیوں کے قلب پر جلوہ آرائیاں کرتا ہے۔

سنسکرت شعریات میں اور ایک اہم موضوع الہام، اشارہ کے ہیں۔ اس موضوع پر آنند وردھن نے دھونیا لوک کی تالیف کی ہے۔ اس کا اردو میں عنبر بہرائچ نے کیا جو قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی سے شائع ہوا۔

تحفۃ الہند میرزا خاں بن فخرالدین محمد کی تصنیف ہے جو شہنشاہ عالمگیری کے زمانہ میں شہزادہ اعظم شاہ کے مطالعہ کے لیے تصنیف کی گئی۔ کتاب کا موضوع ہندوں کا فن بلاغت اور عروض وقافیہ وغیرہ ہے۔ اس میں سات باب ہیں۔

1۔ پنگل: یعنی علم عروض

2۔ تگ: یعنی قافیہ

3۔ النکار: یعنی علم بدیع

4۔ سرنگاررس: یعنی عشق ومحبت

5۔ سامدک: علم قیافہ

6۔ کوک: یعنی علم النساء

7۔ لغات ہندی

اس کتاب کے سبھی موضوع سنسکرت شعریات سے متعلق ہیں۔

تاریخ

کسی بھی ادب کی پہچان اس کی تاریخ سے ہوتی ہے۔

راقم الحروف ڈاکٹر شیخ عبدالغنی نے بھی تاریخ سنسکرت ادب کی تالیف کی ہے جو 2009ء میں شائع ہوئی۔

کوک شاشتر:

سید میراں حسینی گولکنڈہ کے مشائخین میں سے ہیں اور سلطان عبداللہ قطب شاہ کے زمانے میں گزرے ہیں۔ 5؍جمادی الاول سنہ 1049ھ م 25 اگست 1639ء کو انتقال

ہوا۔ گولکنڈہ کے دامن میں لنگر حوض میں مدفون ہوئے۔ شاہ محمد جس کا تخلص جامی ہے۔ سلطان محمد قلی قطب شاہ کے اہل دربار سے تھا۔ اس نے سنسکرت سے اخذ کر کے نظم فارسی میں کوک شاستر لکھی تھی۔ عبداللہ قطب شاہ کے زمانے میں سید حسین کی فرمائش سے (جن کا لقب لاڑلے حسینی ہے) سید میراں نے نظم دکنی میں اس کا ترجمہ کیا اور تحفۃ العاشقین، نام رکھا۔

فلسفہ

ہندوستانی فلسفہ کے چھ شعبہ ہیں۔

1۔ جیمنی میماسا

2۔ ویاس کا ویدانت

3۔ گوتم کا نیائے

4۔ کناد کا ویشیشک

5۔ کپل کا سانکھیہ

6۔ پتنجلی کا یوگ مقدم ہیں۔

ہندوستانی فلسفہ کا نصب العین نجات ہے۔ نجات کے نظریہ کا ماخذ ویدک معاشرت کی رو سے مقررہ حیات انسانی کے چار مقاصد ہیں۔

1۔ دھرم: پیکر انسانی سے متعلق افعال اور فرائض کی تکمیل، پابندی مذہب وغیرہ

2۔ ارتھ: حیات کرنے کے لیے ساز و سامان کی فراہمی، حصول معاش وغیرہ

3۔ کام: پیکر انسانی کی جائز خواہشات و حاجات کی تشفی وغیرہ

4۔ موکش: قید مجاز سے کلیتاً رہائی، نجات کی حصولیابی یا وصل ذات وغیرہ

فلسفہ ہند کی تصانیف کے اردو تراجم حسب ذیل ہیں۔

1۔ پتنجلی کے یوگ درشن کا کرشن کمار پاٹھک نے ''پتنجلی کا فلسفہ یوگ'' نام سے اردو میں ترجمہ کیا جو 1989ء میں ترقی اردو بیورو، نئی دہلی سے شائع ہوا۔

2۔ والمیکی کے یوگ واشِشٹھ کا ابوالحسن نے ترجمہ کیا جو 1992ء میں خدا بخش اورینٹل لائبریری پٹنہ سے شائع ہوا۔

3۔ پتنجلی کے یوگ درشن کا جگدیش چند واچپئی نے ترجمہ کیا جو 1900ء میں ودیا ساگر پریس سے شائع ہوا۔ دوسرا ایڈیشن 1933ء راج پال اینڈ سنس سے شائع ہوا۔

4۔ گوتم کے نیائے درشن کا درشانند نے ترجمہ کیا جو 1917ء میں لاہور سے شائع ہوا۔

5۔ ویشیشک درشن کا درشانند نے ترجمہ کیا جو 1917ء میں لاہور سے شائع ہوا۔

6۔ سانکھیہ درشن کا درشانند نے ترجمہ کیا جو 1917ء میں لاہور سے شائع ہوا۔ دیوان چند نے بھی سانکھیہ کا ترجمہ کیا جو لاہور سے شائع ہوا۔

7۔ ویشیشک درشن کا پیارے لال نے ترجمہ کا جو 1900ء میں شائع ہوا۔

8۔ یوگ شاستر کا پیارے لال نے ترجمہ کیا جو 1900ء میں شائع ہوا۔

9۔ فلسفہ سانکھیہ کا کرشن کمار پاٹھک نے ''کپل کا فلسفہ سانکھیہ'' کے نام سے ترجمہ کیا جو 1996ء میں ترقی اردو بیورو نئی دہلی سے شائع ہوا۔

کتابیات

1۔ تاریخ سنسکرت ادب، ڈاکٹر شیخ عبدالغنی، سدبھاؤنا پبلکیشنس، بھونگیر تلنگانہ۔ 2009

2۔ کچھ ہندومت کے بارے میں، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ 1993

3۔ رام لال نابھوی، سنسکرت سے ماخوذ عربی فارسی اردو ادب، معارف اپریل، جون 1994ء دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ

4۔ مقالات شبلی جلد دوم، علامہ شبلی نعمانی، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ یوپی۔ 2012

5۔ شکنتلا: مرزا کاظم علی جوان۔ کتابی دنیا، دہلی 2004

6۔ ہندوستانی اساطیر اور فکر وفلسفہ کا اثر اردو زبان وادب پر، پروفیسر قمر رئیس۔ اردو اکادمی دہلی۔ 2009

7۔ اردو ساہتیہ کا الوچناتمک اتہاس، احتشام حسین، لوک بھارتی پرکاشن، الہ آباد، 2011

8.Sanskrit Literature Rendered in to Urdu, Shaik Abdul Ghani, Sanskrit Academy Osmania University, Hyderabad, & D.K. Printworld (p) (LTD) New Dehli, 2009

9.Urdu literary Culture: The syncretic Tradition; Shamsur Rahman Faruqi, shibli Academy, Azamgarh,2008